Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

•جلد 13/ •شمارہ 2/ •ستمبر/ 2023

نظریاتی دفاع--- پاکستان کا محافظ

کلمہ نجات

امتِ مسلمہ پستی کا شکار کیوں ہوگئی؟

اسوۂ حسنہ کے چند عملی پہلو

کاروباری دنیا کے جھگڑے اسباب اور ان کا حل

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

Now Introducing
KidzChup
THE FOOD FRIEND
BACHON KA APNA KETCHUP
Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
KidzChup
THE FOOD FRIEND
KIDS
*APPROVED
TOMATO KETCHUP
With Lycopene (anti-oxidant)
Rich in Vitamin C
Gluten Free
No Artificial Color
Buddy Pack
MEAL KA FUN BUDDY
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan
ShangrilaPakistan
*Pulse Consultant HUT Study - 2023

ماہ نامہ

فہمِ دین

کراچی

ستمبر 2023

فہم وفکر

نظریاتی محاذ۔۔۔پاکستان کا محافظ	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

سیرت طیبہ ایک نظر میں	سید رشید عطا	10
ختم نبوت میرا ایمان	حفصہ فیصل	12
اسوہ حسنہ کے چند پہلو	حکیم شمیم احمد	14
رہبر نہیں رہزن	ام نسیبہ	15
فلسطین اور امت مسلمہ	فاطمہ طارق	17
حضرت ام ہانی رضی اللہ	ندا اختر	18
دین کی دعوت اور سوشل میڈیا	عبد المتین	21
کاروباری دنیا کے جھگڑوں کے اسباب اور ان کا حل	مفتی انور شاہ	22
تحفظ ختم نبوت	حافظ محمد احمد	24

خواتین اسلام

ہمارے غم کہ تمہارے غم	بنت معوذ	25
جھوٹوں کا جھوٹ	سین انجم	26
اڑان	عصمت اسامہ	27
اس سے پہلے کہ خسارہ ہو جائے	تماضر ساجد	28
قادیانی فتنہ	بنت ابراہیم	30
کلمہ نجات	ام محمد سلمان	31

باغیچہ اطفال

بہار نبی	ڈاکٹر الماس روحی	32
بوڑھے شیطان کا جال	عرفان حیدر	33
خارپشت کی بہادری	محمد فیصل	34
سیاہ بیگ	مہوش اشرف	35
قائد اعظم کی یادگاریں	ام مصطفیٰ	36
جاں باز صحابی	بنت تاجور	37
اس یوم دفاع پر	ام عبد اللہ	38

بزم ادب

مجھے بھی بیٹی کہا ہوتا تو کیا ہوتا!	ساجدہ غلام محمد	42
سکون و چین کا محور میرے محمد ہیں	جوہر عباد	43
گلدستہ	شیخ ابوبکر، عبد الرحمن چترالی	44

اخبار السلام

اخبار السلام	ادارہ	46

زیر سرپرستی
حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر: مُحمّد خرّم شہزاد
نائب مدیر: قاری عبد الرحمن
نظر ثانی: طارق محمود
تزئین و آرائش: فیضان الحق شمسی

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجراء کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زر تعاون

فی شمارہ	50 روپے
سالانہ برائے کراچی	750 روپے
سالانہ اندرون ملک	
عام ڈاک	750 روپے
رجسٹریشن پیک	1250 روپے
سالانہ بیرون ملک	55 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر
مطبع: واسا پرنٹر
مقام اشاعت: دفتر فہم دین

مدیر کے قلم سے

نظریاتی دفاع --- پاکستان کا محافظ

وطنِ عزیز کے نقشے پر دُشمن شطرنج کی بازی لگا چکا ہے، جو مہرہ بھی چلا جاتا ہے، چاہے جغرافیائی طور پر ہو یا نظریاتی طور پر، اس کا مقصد وطنِ عزیز کا گھیراؤ ہی ہوتا ہے۔ دفاعی محاذ پر دشمن نے پہلا حملہ 1965 میں کیا، اچانک کیا، رات کی تاریکی میں کیا، مگر پاک فوج کے جوانوں نے اپنے جسموں سے بم باندھ کر، ٹینکوں کے سامنے لیٹ کر، اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے نہ صرف دشمن کے دانت کھٹے کر دیے، بلکہ انھیں بری طرح ناکامی سے دوچار کر دیا، تب سے اب تک افواج پاکستان جغرافیائی سرحدوں پر ڈٹ کر کھڑی ہے اور اُن کے مسلسل بیداری اور چوکنّا رہنے سے دشمن کے وقتاً فوقتاً بننے والے خفیہ منصوبے بے نقاب بھی ہوتے رہتے ہیں اور ناکام بھی۔

دوسری طرف نظریاتی محاذ ہے، این جی اوز کی یلغار، حقوقِ نسواں اور ''تعلیم سب کے لیے'' کے خوش نما نعرے، اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش، توہینِ قرآن کی بار بار ناپاک جسارت، کہیں ختمِ نبوت پر پے در پے وار اور کہیں ناموسِ صحابہ کے راستے میں روڑے اٹکانا۔ علمی اور فکری محاذ پر مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے عالمی کفر نے اپنی تجوریوں کے دہانے کھولے ہوئے ہیں، کہیں جدّت پسند اسکالر حضرات کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے تو کہیں این جی اوز کے پلیٹ فارم پر آنٹیاں سینہ سپر کھڑی ہیں، کہیں تعلیم میں اصلاحات کے نام پر ڈالروں کی بارش ہو رہی ہے تو کہیں اسکولوں کالجوں میں ہندوانہ تہواروں کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے، اس میدان میں علمائے کرام تلوار کی بجائے قلم تھامے اور بارود کی بجائے قرآن وسنت کی تعلیمات تھامے ڈٹ کر کھڑے ہیں۔ 7 ستمبر 1974 کو قادیانی فتنے کو نکیل ڈالی، 7 اگست 2023 کو دونوں ایوانوں سے ناموسِ صحابہ بِل منظور کروایا، دین داروں کی شکل میں الحادی اور سیکولر نظریات پھیلانے والے ملحد اسکالروں کا مکروہ چہرہ عوام کے سامنے لانے کی مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں۔

قارئینِ گرامی! کامیابیاں دفاعی میدان میں ہوں یا نظریاتی محاذ کی، دونوں عوام کی پشت پناہی سے ہی بارآور ہوتی ہیں۔ اگر پاکستانی عوام فوج کے شانہ بشانہ نہ کھڑے ہوتے تو 1965 کی جنگ جیتنا آسان نہ ہوتا، اسی طرح فتنوں کی پے در پے بارش میں عوام کا علمائے کرام پر اعتماد نہ ہو تو فتنوں کا راستہ روکنا مشکل ہو جائے گا، سوشل میڈیا پر عالمی کفر اور اس کے پَروُردہ سیکولر اسکالروں کا سب سے زیادہ زور اسی نکتے پر ہے کہ علمائے کرام اور دینی جماعتیں ہی ترقی کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، چناں چہ دین بے زار لوگوں کی گالیاں بھی علما کے حصے میں آتی ہیں اور غدّارِ وطن آلہ کاروں کی گولیاں بھی انھیں کے مقدس سینوں کو چھلنی کرتی ہیں۔

قارئینِ گرامی! جس طرح جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کسی قوم کی زندگی و موت کا مسئلہ ہوتا ہے، اس کے لیے لاکھوں جاں باز سپاہی ہمہ وقت سرفروشی کے لیے تیار رہتے ہیں، اربوں بلکہ کھربوں روپوں کا اسلحہ اور دفاعی ساز وسامان خرید ا اور تیار کیا جاتا ہے، سالانہ بجٹ میں ایک بہت بڑا حصہ دفاعی ضروریات کے لیے مختص کیا جاتا ہے، اسی طرح نظریاتی سرحدوں کا معاملہ بھی انتہائی نازک اور بہت حساس ہے، اس کے لیے بھی لاکھوں علمائے کرام ہمہ وقت سرفروشی کے لیے تیار رہتے ہیں، ہر نئے اٹھنے والے فتنہ کا مقابلہ کرنا، عوام کو بروقت اس سے مطلع کرنا، ضروری کتابچے اور پمفلٹ تیار کرنا، عوام میں شعور وآگہی کی مہم چلانا، نئی نسل کے ایمان کو محفوظ کرنے کی فکر کرنا، پاکستانی، اسلامی اور مشرقی تہذیب وروایات کی حفاظت کی بھرپور کوشش کرنا، عالمی ایجنڈے کے تحت آئے روز ہندوانہ تہوار اور مشرکانہ رسوم ورواج کو ملک وملت میں رائج ہونے سے روکنا۔ نہ جانے ہمیں احساس ہے کہ نہیں، خاندانی نظام کا شیرازہ بکھیرنے کے لیے دشمن ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے، اسلام پر نئی نسل کے اعتماد کو متزلزل کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، شکوک وشبہات کے بیج بوئے جارہے ہیں، قرآن مجید کے ساتھ آئے روز انسانیت کے مرتبے سے گری حرکتیں صرف اس لیے ہیں کہ اسے دیگر عام کتابوں کی طرح ایک کتاب سمجھا جائے اور بس، ختمِ نبوت کا عقیدہ، جو مسلمانوں کی ''ریڈ لائن'' ہے، اس پر مستقل حملے کیے جارہے ہیں۔ ناموسِ صحابہ بِل کی مخالفت کا مرکزی نکتہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو عام انسانوں کی طرح سمجھا جائے، جو کسی تنقید سے بالاتر نہ ہوں۔

قارئینِ گرامی! آپ یقین مانیں، اگر علمائے کرام نہ ہوں تو ہم بہ حیثیتِ قوم کب سے نظریاتی محاذ پر ہار چکے ہوتے، پھر ہمارے وطنِ عزیز پاکستان میں اسلامی ناموں کے علاوہ مسلمان کی کوئی اور شناخت باقی نہ ہوتی۔ ہمیں یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ علمائے کرام انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور اُن کی وراثت میں مال ودولت نہیں ملتی، بلکہ دین ملتا ہے، اسلامی تعلیمات ملتی ہیں، اپنا اور آئندہ نسلوں کا دین محفوظ ہوتا ہے، یہ نظریاتی محاذ پاکستان کی حفاظت کا بہت بڑا ذریعہ ہے، دشمن اس طرف سے وطنِ عزیز کو کمزور کرنا چاہتا ہے، اُن کے راستے کی رُکاوٹ علمائے کرام اور اُن کو چاہنے والا دین دار طبقہ ہے۔ دشمن علمائے کرام اور عوام کے اس تعلق کو ہر صورت کمزور بلکہ ختم کرنا چاہتا ہے۔ آئے روز سوشل میڈیا پر وہ علمائے کرام کی کردار کشی کی مہم چلاتا ہے، اب ہمارے اوپر ہے کہ ہم کب تک دشمن کے اس وار کو ناکام بناتے ہیں۔ والسلام!

اخوکم فی اللہ

محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

المائدۃ 46-49

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ 46

ترجمہ: اور ہم نے ان (پیغمبروں) کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی، جس میں ہدایت تھی اور نور تھا اور جو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والی اور متقیوں کے لیے سراپا ہدایت و نصیحت بن کر آئی تھی۔ 46

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ 47

ترجمہ: اور انجیل والوں کو چاہیے کہ اللہ نے اس میں جو کچھ نازل کیا ہے، اس کے مطابق فیصلہ کریں اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ فاسق ہیں۔ 47

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ 48

ترجمہ: اور (اے رسول محمد! ﷺ) ہم نے تم پر بھی حق پر مشتمل کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان ہے، لہٰذا ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے اور جو حق بات تمہارے پاس آگئی ہے، اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کے پیچھے مت چلو۔ تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا، لیکن (الگ شریعتیں اس لیے دیں) تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے، اس میں تمہیں آزمائے، لہٰذا نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ تمہیں وہ باتیں بتائے گا، جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ 48

تشریح نمبر 1: یہودی اور عیسائی آں حضرت ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے سے جو انکار کیا کرتے تھے، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اسلام میں عبادت کے طریقے اور بعض دوسرے احکام حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی شریعت سے مختلف تھے اور ان لوگوں کو ان نئے احکام پر عمل کرنا بھاری معلوم ہوتا تھا۔ اس آیت نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت مختلف پیغمبروں کو الگ الگ شریعتیں عطا فرمائی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ تو ہے ہی کہ ہر زمانے کے تقاضے الگ ہوتے ہیں، لیکن ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ عبادت کا کوئی ایک طریقہ یا کوئی ایک قانون اپنی ذات میں کوئی تقدّس نہیں رکھتا، اس میں جو تقدّس پیدا ہوتا ہے، وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوتا ہے، لہٰذا جس زمانے میں اللہ تعالیٰ جو حکم دے دیں وہی اس زمانے میں تقدّس کا حامل ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ ایک طریقے کے عادی ہو جاتے ہیں، وہ اسی کو ذاتی طور پر مقدّس سمجھ بیٹھتے ہیں اور جب کوئی نیا پیغمبر نئی شریعت لے کر آتا ہے تو ان کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ پرانے طریقے کو ذاتی طور پر مقدّس سمجھ کر نئے طریقے کا انکار کر بیٹھتے ہیں یا اللہ کے حکم کو اصل تقدّس کا حامل سمجھ کر نئے حکم کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں۔ آگے جو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ”لیکن (الگ شریعتیں اس لیے دیں) تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے، اس میں تمہیں آزمائے“ اس کا یہی مطلب ہے۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ 49

ترجمہ: اور (ہم حکم دیتے ہیں) کہ تم ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کیا کرو، جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان کی اس بات سے بچ کر رہو کہ وہ تمہیں فتنے میں ڈال کر کسی ایسے حکم سے ہٹا دیں جو اللہ نے نازل کیا ہو، اس پر اگر وہ منہ موڑیں تو جان رکھو کہ اللہ نے ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو مصیبت میں مبتلا کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے اور ان لوگوں میں سے بہت سے فاسق ہیں۔ 49

تشریح نمبر 2: یہ حکم اس صورت میں ہے جب غیر مسلم لوگ اسلامی حکومت کے باقاعدہ شہری بن جائیں، جن کو فقہی اصطلاح میں ”ذمی“ کہا جاتا ہے یا اس صورت میں جب وہ اپنی رضامندی سے اپنا فیصلہ مسلمان قاضی سے کروانا چاہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان قاضی عام ملکی قوانین میں فیصلہ اسلامی شریعت کے مطابق کرے گا، البتہ ان کے خالص مذہبی معاملات مثلاً عبادات، نکاح، طلاق اور وراثت میں انھیں اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوگا، مگر یہ فیصلہ انہی کے افراد کریں گے۔

تشریح نمبر 3: ”بعض گناہ“ اس لیے فرمایا کہ تمام گناہوں کی سزا تو آخرت میں ملنی ہے، البتہ اللہ اور رسول کے فیصلے سے منہ موڑنے کی سزا ان کو دنیا میں بھی ملنے والی ہے، چناں چہ کچھ عرصہ بعد ان کی عہد شکنی اور سازشوں کے نتیجے میں ان کو جلاوطنی اور قتل کی سزائیں دنیا ہی میں مل گئیں۔

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

درود شریف کی امتیازی خاصیت

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہماری اس مادّی دنیا میں پھلوں اور پھولوں کو الگ الگ رنگتیں دی ہیں اور ان میں مختلف قسم کی خوشبوئیں رکھی ہیں (ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است) اسی طرح مختلف عبادات اور اذکار و دعوات کے الگ الگ خواص اور برکات ہیں۔ درود شریف کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ خلوصِ دل سے اس کی کثرت اللہ تعالیٰ کی خاص نظرِ رحمت رسول اللہ ﷺ کے روحانی قرب اور آپ ﷺ کی خصوصی شفقت وعنایت حاصل ہونے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔ ہر امتی کا درود وسلام اس کے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے اور اس کے فرشتوں کا ایک پورا عملہ ہے۔

درود وسلام کی خاص حکمت

انبیا علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیا ﷺ کی خدمت میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت وسپاس گزاری کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے درود وسلام کا طریقہ مقرر کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے مقدّس اور محترم ہستیاں انبیا علیہم السلام ہی کی ہیں اور ان میں سب سے اکرم وافضل خاتم النبیین سیدنا حضرتِ محمد ﷺ ہیں، جب ان کے بارے میں بھی یہ حکم دے دیا گیا کہ ان پر درود وسلام بھیجا جائے (یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خاص الخاص عنایت ورحمت اور سلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت اور نظرِ کرم کے محتاج ہیں اور ان کا حق اور مقامِ عالی یہی ہے کہ ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ سے اعلیٰ دعائیں کی جائیں، اس کے بعد شرک کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ کتنا بڑا اکرم ہے ربّ کریم کا کہ اس کے اس حکم نے ہم بندوں اور امتیوں کو نبیوں اور رسولوں کا اور خاص کر سیدنا الانبیا ﷺ کا دعا گو بنا دیا، جو بندہ ان مقدّس ہستیوں کا دعا گو ہو، وہ کسی مخلوق کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے۔

احادیث میں درود وسلام کی ترغیبات اور فضائل وبرکات

عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ بْنِ نِیَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِنْ اُمَّتِیْ صَلٰوۃً مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَ رَفَعَہٗ بِھَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَ کَتَبَ لَہٗ بِھَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحٰی عَنْہُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ (سنن نسائی)

ترجمہ: ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا جو امتی خلوصِ دل سے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس صلواتیں بھیجتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور اس کے حساب میں دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس گناہ محو فرما دیتا ہے۔ (سنن نسائی)

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صِلہ پانے کی شرط ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ "اخلاصِ قلب" سے بھیجی جائے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ حَتّٰی دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰی خَشِیْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اللہُ قَدْ تَوَفَّاہُ قَالَ فَجِئْتُ اَنْظُرُ فَرَفَعَ رَاسَہٗ فَقَالَ مَا لَکَ؟ فَذَکَرْتُ لَہٗ ذَالِکَ قَالَ: فَقَالَ: اِنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ: اَلَا اُبَشِّرُکَ اَنَّ اللہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ لَکَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلٰوۃً صَلَّیْتُ عَلَیْہِ وَ مَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْہِ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ آبادی سے نکل کر کھجوروں کے ایک باغ میں پہنچے اور سجدے میں گر گئے اور بہت دیر تک اسی طرح سجدے میں پڑے رہے، یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ آپ ﷺ وفات تو نہیں پا گئے۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور غور سے دیکھنے لگا۔ آپ ﷺ نے سر مبارک سجدے سے اٹھایا اور مجھ سے فرمایا: "کیا بات ہے اور تمہیں کیا فکر ہے؟" میں نے عرض کیا کہ (آپ ﷺ کے دیر سے سجدے سے سر نہ اٹھانے کی وجہ سے) مجھے ایسے شبہ ہوا تھا، اس لیے میں آپ کو دیکھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اصل واقعہ یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بندہ تم پر صلوٰۃ بھیجے، میں اس پر صلوٰۃ بھیجوں گا اور جو تم پر سلام بھیجے، میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ (مسند احمد)

اگر کوئی اپنے مقصد کے لیے دعاؤں کی جگہ بھی درود ہی پڑھے تو اس کے سارے مسائل غیب سے حل ہوں گے

عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلٰوتِیْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ النِّصْفَ فَقَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی ھَمُّکَ وَیُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ

(رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ پر درود زیادہ بھیجا کروں (یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ پر صلوٰۃ کی استدعا زیادہ کیا کروں) آپ ﷺ مجھے بتا دیجیے کہ اپنی دعا میں سے کتنا حصہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ کے لیے مخصوص کر دوں؟ (یعنی میں اپنے لیے دعا کرنے میں جو وقت سرف کیا کرتا ہوں، اس میں سے کتنا آپ ﷺ پر صلوٰۃ کے لیے مخصوص کر دوں) آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس وقت کا چوتھائی حصہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ کے لیے مخصوص کر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تم چاہو اور اگر اور زیادہ کر دو گے تو تمہارے لیے بہتر ہی ہو گا۔ میں نے عرض کیا: تو پھر میں آدھا وقت اس کے لیے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا چاہو کر دو اور اگر اور زیادہ کرو گے تو تمہارے لیے بہتر ہی ہو گا۔ میں نے عرض کیا: تو پھر میں اس میں سے دو تہائی وقت آپ ﷺ پر صلوٰۃ کے لیے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تم چاہو کر دو اور اگر زیادہ کر دو گے تو تمہارے لیے خیر ہی کا باعث ہو گا۔ میں نے عرض کیا: پھر تو میں اپنی دعا کا سارا ہی وقت آپ ﷺ پر صلوٰۃ کے لیے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری ساری فکروں اور ضرورتوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت کی جائے گی (یعنی تمہارے سارے دینی و دنیاوی مہمات غیب سے انجام پائیں گے) اور تمہارے گناہوں و قصور معاف کر دیے جائیں گے۔ (جامع ترمذی)

Z-J
NEW Zaiby Jewellers CLIFTON
A trusted name in jewellery since 1974
You are the embodiment of strength, a true pioneer. They may have whispered that you're too resolute for the delicate shimmer of precious metal, but with Rosa, we declare that there's
#ADORN YOUR JOURNEY
NEWZAIBYJEWELLERS
S-11, YOUSUF GRAND SQUARE, BLOCK 8, CLIFTON, KARACHI
021 35835455
021 35835488

امتِ مسلمہ پستی کا شکار کیوں ہوگئی؟

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللہ

امام الانبیا سید البشر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ربیع الاوّل کے مہینے میں، پیر کے دن، صبح صادق کے وقت ہوئی۔ پیر ہر ہفتے میں آتا ہے اور فجر کا وقت ہر چوبیس گھنٹے کے بعد آتا ہے۔ ربیع الاوّل کا مہینہ سال میں ایک مرتبہ آتا ہے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری یقیناً ہر مسلمان کے لیے خوشی کا سبب ہے۔ آپ ﷺ کی آمد مسلمانوں کے لیے انعامِ عظیم ہے، اللہ کی رحمت کا ہدیہ ہے، لیکن اس خوشی کا کوئی ایک دن مقرّر اور خاص نہیں ہے، بلکہ جب سے آپ ﷺ تشریف لائے، اہلِ ایمان کے لیے ہر گھڑی شکر کی اور خوشی کی ہے، ہر رات ہر دن ہر گھڑی خوشی کا دن ہے، نہ صرف ہر پیر کا دن، نہ صرف ہر دن کی صبح، نہ سال میں کوئی ایک تاریخ۔

> نبی کی سنّت میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس امّت کو پھر وہی شان و شوکت دِلا سکتی ہے اور اگر اپنے نبی کا طرز چھوڑا تو پھر یہ امّت فرقہ پرستی کا شکار ہو جائے گی، گروہ بندیوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ محمد ابنِ عبد اللہ تھے۔ چالیس سال تک آپ کو دنیا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کے نام سے یاد کیا کرتی تھی، چالیس سال کے بعد جب وحی کا آغاز ہوا تو آپ کو دنیا رسول اللہ ﷺ کے نام سے یاد کرتی رہی۔ ولادت سے لے کر چالیس سال تک آپ نے کیا کیا؟ وہ میرے اور آپ کے اختیار سے باہر ہے کہ جہاں آپ کی پرورش ہوئی، وہاں میری اور آپ کی پرورش نہیں ہو سکتی، اونٹ پر جہاں آپ نے تجارت کی، وہاں میں اور آپ جا کر تجارت نہیں کر سکتے، بکریاں آپ نے کن جگہوں پر چرائیں، میں اور آپ اس کے مکلّف نہیں ہیں، آپ تجارت کرنے کہاں تشریف لے گئے؟ امت اس کی مکلّف نہیں ہے، لیکن چالیس سال کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ہر ادا اللہ سے محبت کا ذریعہ ہے، آپ کی ہر ادا امّت کے پاس محفوظ بھی ہے اور امّت کے لیے نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ کوئی ایک ادا بھی ایسی نہیں جو آج امّت کے پاس اپنے حبیب کی زندگی کا کوئی حصہ جو وحی آنے کے بعد غیر محفوظ ہوا ہو، اس لیے کہ اس میں اس امّت کی نجات ہے، اس امّت کی فلاح ہے، نمونہ ہے۔ امّتِ مسلمہ کی اصل قدر و قیمت ہی آپ کی اتّباع سے تھی، یہ امّت یہ امّتِ مسلمہ کہلاتی ہی تب ہے، جب وہ آپ کی زندگی کی اتّباع کرنے والی ہو، لیکن آج یہ امّت اپنے نبی کی زندگی سے دور ہوتی چلی گئی، اسی لیے تو پستی اور ذلّت اور انتشار کا شکار ہو گئی۔

> جب سے اس امّت نے اپنے نبی کے منصب کا خیال نہ رکھا اور آپ کی مبارک زندگی کا لحاظ نہ کیا تو یہ امّت آج اپنے وقار سے اپنی شان و شوکت سے اور اپنی عزّت سے محروم ہو گئی

رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی کا ایک پہلو جس کا تعلّق انسان کی تربیت سے ہے، وہ پہلو انسان کی دنیا و آخرت کی فلاح کا ضامن ہے، کبھی مسلمان کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کیوں ہوئی؟ اللہ نے آپ کو منصب کیا دیا ہے؟ آج امّت کی نظروں سے آپ کا منصب اور آپ کی تشریف آوری کا مقصد اوجھل ہے، آپ فرمایا کرتے تھے: اللہ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں اخلاق کی تکمیل کر دوں، نیک اخلاق کو مکمل کر دوں اور اللہ نے آپ کا تعارف یوں کروایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ آپ تو خُلقِ عظیم پر فائز ہیں، اعلیٰ اخلاق پر فائز ہیں اور اپنی امت کی رہنمائی فرمائی اور تعلیم دی کہ یوں دعا کیا کرو اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي

اے اللہ! جیسے آپ نے میرا ظاہر خوب صورت بنایا ہے، ویسے میرے اخلاق بھی خوب صورت بنا دیجیے۔

آپ ﷺ کے تربیتی نظام میں دنیا کا بھی بھلا ہے، آخرت کی بھی فلاح ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

تم میں میرا سب سے پیارا اور قیامت کے دن سب سے قریب وہ ہوگا، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمانے لگے رسول اللہ ﷺ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے:

انس بیٹے، میری بات سنو! اگر تم سے یہ ہوسکے کہ تمہارا رات دن یوں گزرے کہ تمہارے دل میں کسی کے لیے کھوٹ نہ ہو، کسی کے لیے برائی نہ ہو، کسی کے لیے کینہ نہ ہو، کسی کے لیے بغض نہ ہو تو یہ کرلے۔ پھر فرمایا: میرا طریقہ تو یہی ہے، میری تو سنّت یہی ہے کہ میرے دل میں کسی کے لیے برائی نہیں، کھوٹ نہیں، کینہ نہیں، بغض نہیں، فرمایا: جس نے میرے طریقے سے محبت کی، میرے عمل سے محبت کی، میری سیرت سے محبت کی، میرے خُلق سے محبت کی، حقیقت میں یہی مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور جس نے مجھ سے محبت کی، جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

> رسول اللہ ﷺ کی ہر ادا امّت کے پاس محفوظ بھی ہے اور امّت کے لیے نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ کوئی ایک ادا بھی ایسی نہیں جو آج امّت کے پاس اپنے حبیب کی زندگی کا کوئی حصہ جو وحی آنے کے بعد غیر محفوظ ہوا ہو۔

آج کوئی خوش نصیب آدمی روضۂ رسول سے ہوکر آجائے تو ہم رشک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور دیکھنا بھی چاہیے کہ اس کے نصیب جاگے ہیں، روضۂ رسول سے ہوکر آگیا ہے، لیکن کیا ہی خوش نصیبی ہے کہ آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت اور آپ کا قرب نصیب ہو رہا ہے، لیکن اس انعام کے لیے قیمت چکانی ہوگی، اپنے پیارے نبی ﷺ کے اخلاق کا حصہ زندگی میں لانا ہوگا، عام طور پر ہمارے ہاں اس شخص کو اللہ والا، نیک، خدا ترس اور بزرگ سمجھا جاتا ہے جو کثرت سے نوافل پڑھتا ہو، زیادہ روزے رکھتا ہو، حج و عمرے کرتا رہتا ہو، لیکن رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں، ایک شخص اپنے اخلاق کے بدولت اُس شخص کا مرتبہ پا سکتا ہے، جس کی ساری زندگی قیام میں گزری اور ساری زندگی دن میں روزے سے گزری، ایسا بھلا کون کرسکتا ہے؟ کون ہے ایسا جو زندگی کی ہر رات تہجد میں گزار دے؟ زندگی کا ہر دن روزے میں گزار دے؟ لیکن فرمایا: بالفرض کوئی ایسا کرلے تو اللہ کے یہاں احسن اخلاق کی وہ قیمت ہے کہ اللہ ربُّ العزّت اس کو وہ مرتبہ نصیب فرمادیں گے، اس لیے پیارے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: کمالِ ایمان کی علامت یہی ہے کہ تمہارے اخلاق اچھے ہوں۔ اگر آج امّت اپنے نبی سے اس درجے تک محبت اور تعلّق رکھے کہ اپنے نبی کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ بنالے، نبی ﷺ کی زندگی کو اپنی زندگی کے لیے معیار بنالے اور آپ کو اللہ نے بھیجا ہی اس لیے ہے کہ آپ معیار قائم کردیں کہ اللہ کو کیا پسند ہے، کیا ناپسند ہے۔ آپ کے اسوۂ حسنہ پیش کردیں، وہ پیمانہ اس امّت کو بتادیں انسانیت کو کہ اللہ کے یہاں کیا پسندیدہ ہے کیا ناپسندیدہ ہے، کس پر فلاح اور نجات ہے اور کس پر ناکامی ہے، آپ بہترین نمونہ ہیں تو اگر آج امّت اس درجے سے اپنے نبی سے تعلّق رکھے کہ عمل پر آجائے، نبی کے اخلاق پر آجائے، آپ یقین جانیں! اس کی ذلّت کے دن ختم ہوجائیں گے، اس کی پستی کا سفر ختم ہوجائے گا۔

جب سے اس امّت نے اپنے نبی کے منصب کا خیال نہ رکھا اور آپ کی مبارک زندگی کا لحاظ نہ کیا تو یہ امّت آج اپنے وقار سے اپنی شان و شوکت سے اور اپنی عزّت سے محروم ہوگئی، اس لیے کہ اس نے اپنے نبی ﷺ کی مبارک زندگی کی قدر نہیں کی، اللہ ربُّ العزّت کہہ رہا ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے محبت کا دعویٰ ہے اور تم چاہتے ہو کہ میں بھی تم سے محبت کروں تو پھر میرے محبوب کی زندگی لے کر آؤ، تم سے بھی محبت ہوجائے گی۔ تمہیں دعویٰ ہے کہ تمہیں اللہ سے محبت ہے اور تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو پھر اس کی قیمت لاؤ نا!! فَاتَّبِعُوْنِيْ میرے محبوب کی زندگی اپناؤ۔ اللہ کے پیارے لاڈلے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا طریقہ اپنی زندگی میں لے کر آئے، وہ میرا بھی محبوب بن جائے گا اور سچ یہ ہے، ہمارا ایمان یہ ہے کہ پیارے حبیب کی طرزِ زندگی کے سوا زندگی گزارنے کا کوئی اور طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ انسانیت کو جو انسانیت ملی ہے نا وہ محبوبِ خدا ﷺ کی زندگی کی بدولت ملی ہے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دنیا میں آنے کا جو مقصد ہے، وہ یہ کہ آپ امّت کو ایسی زندگی دے کر گئے ہیں، جس میں اس امّت کی دنیا و آخرت کی فلاح اور کامیابی اور کامرانی ہے، یہ مقصد ہے اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ آپ کی بعثت کا مقصد سمجھتے تھے، آپ کی ہر ایک ادا کو اپنایا بلکہ نہ صرف اپنایا، اس میں اپنے لیے عزّت اور سعادت سمجھی دنیا کچھ بھی کہے۔

حضرت ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ جب بہ ظاہر اس وقت کی سپر طاقت رستم کے دربار میں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس سچے عاشق اور سچے جاں نثار سے کھانے کے دوران میں کچھ نیچے چیز گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک سنّت یہ بھی ہے کہ اگر صاف ہو تو اسے اٹھالو، ہوسکتا ہے تمہارے کھانے کی برکت اسی میں ہو، چناں چہ حضرت ربیع اٹھانے لگے کہ کسی نے کہنی ماری کیا کر رہے ہو؟ دنیا کیا کہے گی؟ لوگوں کی نظریں ہیں تم پر، لوگ طعنے دیں گے۔ صحابیٔ رسول (ﷺ) کہنے لگے: "میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے محبوب کا طریقہ نہیں چھوڑ سکتا۔"

> رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:
> تم میں میرا سب سے پیارا اور قیامت کے دن سب سے قریب وہ ہوگا، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے

نبی کی سنّت میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس امّت کو جوڑ دیتی ہے، وہ اس امّت کو پھر وہی شان و شوکت دِلا سکتی ہے اور اگر اپنے نبی کا طرز چھوڑا، زندگی چھوڑی تو پھر یہ امّت فرقہ پرستی کا شکار ہوجائے گی، گروہ بندیوں میں تقسیم ہوجائے گی، پھر نفرتوں میں یہ ایک دوسرے کے لیے مصیبت بن جائے گی۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے نبی ﷺ کی زندگی دیکھیں، آپ کی زندگی پڑھیں، آپ کی سنّتوں کو اپنی زندگی میں لائیں، پھر اللہ ربُّ العزّت ہمیں اپنے نبی کی سچی محبت اور اس میں اضافہ اور کل حوضِ کوثر میں اپنے نبی کے ہاتھوں سے شفا اور شفاعت اور آپ ﷺ کے ہاتھوں سے حوضِ کوثر کا پانی نصیب فرمائیں گے۔ اللہ ربُّ العزّت ہم سب کو ایسی ہی مبارک زندگی نصیب فرمائے۔ آمین!

سیرتِ طیبہ ایک نظر میں

سیدہ رشید عطا

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے جزیرۃ العرب میں ہر طرف ظلم و ستم کا دور دورہ تھا۔ عربوں کا سیاسی اور معاشرتی نظام قبائلی طرز کا تھا، وہ مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور ہر قبیلے کا ایک سردار تھا۔ عرب قبائل آپس میں مستقل دست و گریباں رہتے، معمولی معمولی باتوں پر ان میں جنگ و جدال کا ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا جو برسوں ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے، پھر پروردگارِ عالم کی رحمت جوش میں آئی اور نبی آخر الزماں خاتم النبیّین حضرت محمد ﷺ کو رہتی دنیا تک کے لیے ہادی و رہنما بنا کر بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبة: 33)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو ناگوار ہو۔

قرآنِ کریم، کتابِ ہدایت اور رسول ﷺ اس کی زندہ مثال ہیں۔

رسول ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے دو حصے ہیں۔

1 سیرتِ طیبہ: یعنی آپ ﷺ کی زندگی کے حالات وواقعات

2 اُسوہ: آپ ﷺ کی زندگی کے معمولات

سیرت النّبی ﷺ کے تین حصے ہیں۔

سیرت النّبی ﷺ کا پہلا حصہ: نبوّت سے پہلے چالیس (40) سالہ زندگی!

آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت سے سارا جہاں نور سے منور ہو گیا۔ چاروں طرف رنگ و نور کی برسات ہو گئی۔ خانۂ خدا میں رکھے تمام بُت منہ کے بل گر گئے۔ آتش پرستوں کے آتش کدے زمیں بوس ہو گئے۔ آج دونوں جہانوں کے سردار، آمنہ کے لعل، عبداللہ کے نورِ نظر، دعائے ابراہیم علیہ السّلام اور بشارتِ عیسٰی علیہ السّلام اس دنیا میں تشریف لے آئے۔

آپ ﷺ دعائے امام الانبیا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی دعائیں کہ جب آپ اور آپ کے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السّلام خانہ کعبہ کی تعمیر فرما رہے تھے، جب آپ نے بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا کی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انھی میں سے ایک رسول بھیج، جو ان پر تیری آیتوں کی تلاوت فرمائے اور انھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انھیں خوب پاکیزہ فرما دے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

اور آپ ﷺ بشارتِ مسیح علیہ السّلام ہیں۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

ترجمہ: اور جب عیسٰی بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں (اور) تورات جو مجھ سے پہلے ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوش خبری دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا، اس کا نام احمد ہو گا، پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آ گیا تو کہنے لگے: یہ تو صریح جادو ہے۔

آپ ﷺ کا اسمِ گرامی محمد بن عبداللہ اور کنیت ابوالقاسم تھی۔ آپ قریش کے قبیلے بنو ہاشم سے تھے۔ آپ ﷺ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا۔ آپ ﷺ کے والد آپ کی ولادت سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی چھے سال تک پرورش کی، اس کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ کی کفالت کا ذمّہ آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اٹھایا، مگر وہ زیادہ عرصہ آپ ﷺ کی کفالت نہ کر سکے اور آپ ﷺ کی والدہ کے انتقال کے بعد صرف دو سال تک حیات رہے۔ آپ ﷺ کے دادا کے انتقال کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے آپ ﷺ کی کفالت کی ذمّہ داری اٹھائی، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 8 سال تھی۔ کم سنی میں ہی آپ ﷺ اہلِ عرب اور اپنے خاندان کے لوگوں میں صادق و امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ مشرکین اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے۔ اس ہی دور میں آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ اپنا پہلا سفر تجارت بھی کیا اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی اس ہی دور میں کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 25 سال جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمرِ مبارک 40 سال تھی۔ یہ نکاح سوق اللیل کے مقام پر ہوا۔ نکاح کے بعد آپ ﷺ اپنے مکان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں منتقل ہو گئے اور ہجرت تک کی زندگی وہیں گزاری اور پورے 25 سال انھی کے ساتھ رہے۔ جب آپ ﷺ کی عمر 50 سال کی تھی، اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا 65 سال کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ آپ ﷺ کی اولاد سے متعلّق راجح قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے صاحب زادے تین تھے اور چار صاحب زادیاں تھیں۔

صاحب زادے: 1 قاسم رضی اللہ عنہ

2 عبداللہ رضی اللہ عنہ، جن کو طیّب اور طاہر کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے

3 ابراہیم رضی اللہ عنہ

صاحب زادیاں: 1 زینب رضی اللہ عنہا 2 رقیہ رضی اللہ عنہا

3 اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا 4 فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

صاحب زادوں میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی "ام ولد" ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے، جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور اس کے علاوہ باقی تمام صاحب زادے اور صاحبزادیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ اس حصے کا بنیادی پیغام دو باتیں ہیں: صادق اور امین!!!

سیرت النّبی ﷺ کا دوسرا حصہ: بعثت تا ہجرت۔ نبوّت کے بعد تیرہ (13) سالہ زندگی یعنی کہ مکی دور۔

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل معاشرہ کفر و شرک کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا اور ہر طرف ظلم و ستم کا اندھیرا چھایا ہوا تھا اور مظلوم کی آہ و بکا اور فریادرسی کے لیے کوئی مسیحا نہیں تھا۔ اللہ سبحانہٗ

وتعالیٰ نے کفر و شرک اور ظلم و ستم کو اس جہاں سے مٹانے کے لیے آپ ﷺ کا انتخاب فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء:107) اور آپ ﷺ کو تمام جہاں والوں کے لیے باعثِ رحمت اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں اور اللہ ہر بات جانتا ہے۔ (الاحزاب:40)

جب رسول اللہ ﷺ کی عمر 40 سال ہوئی تو آپ کو گوشہ نشینی اور تنہائی محبوب ہونے لگی اور اجتماعی ماحول سے آپ دور رہنے لگے، کیوں کہ لوگوں کا بتوں کے سامنے سجدہ کرنا انسانیت کا احترام نہ کرنا اور دیگر وہ خرابیاں جو جاہلی معاشرہ میں پھیلی ہوئیں تھیں، ان سب کو دیکھ کر آپ معاشرے سے بیزار ہوئے اور اکیلے رہنے لگے اور مکہ مکرمہ کے ایک پہاڑ جبلِ نور کی طرف چلے جاتے اور اس کی چوٹی پر "حرا" نامی غار میں کئی کئی راتیں گزار دیتے۔

کچھ عرصے بعد آپ ﷺ کو سچے خواب آنا شروع ہوگئے، چھ مہینے تک مسلسل آپ ﷺ کو یہ خواب آتے رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

"فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ"

آپ کوئی بھی خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح سچا ہوکر سامنے آجاتا تھا۔

جب آپ ﷺ کی عمرِ مبارک 40 سال 6 ماہ اور 12 دن ہوگئی۔ 21 رمضان المبارک۔ بروز پیر بمطابق 10 اگست 610 عیسوی میں آپ ﷺ غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام سامنے آئے اور کہا: "اِقْرَأْ" آپ (ﷺ) پڑھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنے سینہ سے لگا کر دبایا، پھر کہا: "اِقْرَأْ" پڑھیے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ وہی جواب دیا: "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" میں پڑھنا نہیں جانتا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو تیسری بار سینہ سے لگا کر دبایا اور کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (العلق: 1-5)

"اپنے رب کا نام لے کر پڑھیے، جس نے (پورے عالم کو) پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے (انسان کو) علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اسے علم نہ تھا۔"

سیرت النبی ﷺ کے اس حصہ کا بنیادی پیغام دو باتیں ہیں۔

◆ عقائد ◆ اخلاق کی تعلیم

سیرت النبی ﷺ کا تیسرا حصہ: ہجرت تا وصال، دس (10) سالہ زندگی یعنی مدنی دور۔

بعثت سے پہلے حضور اکرم ﷺ مکہ میں ہر دل عزیز تھے اور صادق و امین کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ تمام قریش آپ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کے گُن گاتے تھے، لیکن نزول وحی کے بعد جب آپ ﷺ کو حکم ملا کہ کھلم کھلا دین کی تبلیغ کرو تو اکثر لوگ آپ ﷺ کے خلاف ہوگئے۔ آپ ﷺ نے اللہ کے دین کو پھیلانا تھا۔ ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں میں رہ کر نبوت کا یہ فرضِ منصبی انجام نہیں دیا جاسکتا تھا۔

ہجرت کا فوری سبب کفارِ مکہ کا آپ ﷺ کے قتل کی ناپاک سازش کی تیاری تھا۔ قریش مکہ نے ابو جہل کی تجویز پر یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک طاقت ور اور تجربہ کار نوجوان چنا جائے اور ایک رات انھیں آستانہ مبارک پر متعیّن کردیا جائے اور موقع پاکر یہ حضرت محمد ﷺ پر یک دم ٹوٹ پڑیں اور آپ ﷺ کا کام تمام کردیں (العیاذ باللہ)، لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے "وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" کے مطابق وہ آپ کو کسی قسم کی ایذا دینے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ اور آپ کے جاں نثار ساتھیوں کی مدینہ کی طرف ہجرت سے اسلام پر بہت سے نتائج واثرات مرتّب ہوئے، جنہیں مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری سے شہر کا ماحول ہی بدل گیا۔ پہلے یہاں کی آب و ہوا صحت کے لیے سازگار نہ تھی۔ بخار اور دیگر متعدّی بیماریاں وبا کی صورت میں پھوٹتی رہتی تھیں۔ پانی خوش ذائقہ نہ تھا، اس وجہ سے اسے یثرب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ کے تشریف لانے سے صرف اس کا نام ہی تبدیل نہیں ہوا، بلکہ آب و ہوا بھی خوش گوار ہوگئی، مزاج بدل گئے، جانی دشمن باہم شیر و شکر ہوگئے۔

امہات المؤمنین: رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ کی وہ تعداد جس پر تمام محدّثین رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے، وہ ۱۱ ہیں جو کہ درج ذیل ہے:

1. ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
2. ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا
3. ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
4. ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
5. ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا
6. ام المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا
7. ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
8. ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا
9. ام المؤمنین حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا
10. ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا
11. ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

غزوات وسریہ: غزوہ اور سریہ یہ دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں، جو درج ذیل مفہوم کے حامل ہیں: ◆ غزوہ: دشمن سے جنگ کے لیے جانا۔

◆ سَرِیّہ: فوج کی ٹکڑی جس میں پانچ سے تین چار سو تک افراد ہوں۔

◆ مصنفین سیرت کی اصطلاح میں وہ جنگی لشکر جس کے ساتھ حضور ﷺ بھی تشریف لے گئے، اس کو غزوہ کہتے ہیں اور وہ لشکروں کی ٹولیاں جن میں حضور ﷺ شامل نہیں ہوئے، ان کو سریّہ کہتے ہیں۔ ◆ غزوات کا سلسلہ 8 سال تک جاری رہا (2 ہجری تا 9 ہجری)

◆ جن میں سنہ 2 ہجری میں سب سے زیادہ غزوات پیش آئے (8 غزوات)

◆ غزوۂ بدر سنہ 2 ہجری ◆ غزوۂ احد سنہ 3 ہجری
◆ غزوۂ خندق سنہ 5 ہجری ◆ صلح حدیبیہ سنہ 6 ہجری
◆ غزوۂ خیبر سنہ 7 ہجری ◆ فتح مکہ سنہ 8 ہجری
◆ غزوۂ حنین سنہ 8 ہجری ◆ غزوۂ تبوک سنہ 9 ہجری
◆ حجۃ الوداع ◆ ذی قعدہ 10 ہجری میں آپ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا۔ یہ آپ ﷺ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ اسی حوالے سے اسے "حجۃ الوداع" کہتے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع بلاشبہ انسانی حقوق کا اوّلین اور مثالی منشور اعظم ہے۔ آپ ﷺ نے خود اس خطبہ میں ارشاد فرمایا: وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَلْقَاكُمْ بَعْدَ یَوْمِیْ هٰذَا

یہ میری تم سے آخری اجتماعی ملاقات ہے، شاید اس مقام پر اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکوں۔

وصال مبارک: آخری الفاظ: مسواک سے فارغ ہوئے، آپ نے انگلی اٹھائی چھت پر نظر ڈالی اور ہونٹ حرکت کرنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کان لگایا تو یہ فرما رہے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

"اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملادے۔"

13، 14 دن کی علالت کے بعد 63 سال کی عمر میں 12 ربیع الاوّل بروز پیر 11 ہجری چاشت کے وقت آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

ختم نبوت میرا ایمان

ام مصطفی

عشقِ نبی ہے دل میں بسا ہوا — سر اللہ کے آگے ہے جھکا ہوا
نامِ محمد ﷺ سے محبت کرتے ہیں ہم — یہی ایک کام ہے ہم سے اچھا ہوا
قربان آپ ﷺ پر سب جان ومال یہ — آپ کی نسبت سے ہی ہے سب کچھ ملا ہوا
ختمِ نبوت پر جو ہے یہ ایمان ہمارا — باطل کے سینے میں ہے کہرام مچا ہوا

عقیدۂ ختمِ نبوت ہی ایک مسلمان کی زندگی کا حاصل ہے۔ اس عقیدے کے بغیر ہماری زندگی کا کوئی نصب العین ہی نہیں ہے۔

اللہ جلّ جلالہٗ نے جب ایک طرف عالَم کی بنیاد رکھی تو اسی کے ساتھ دوسری طرف قصرِ نبوت کی پہلی اینٹ بھی رکھ دی، یعنی عالَم میں جس کو اپنا خلیفہ بنایا تھا، اسی کو قصرِ نبوت کی خشتِ اوّل قرار دیا۔ اِدھر عالم بتدریج پھیلتا رہا، اُدھر قصرِ نبوت کی تعمیر ہوتی رہی۔ آخرکار عالَم کے لیے جس عروج پر پہنچنا مقدّر تھا، پہنچ گیا۔ اِدھر قصرِ نبوت بھی اپنے جملہ محاسن اور خوبیوں کے ساتھ مکمل ہو گیا اور اس لیے ضروری ہوا کہ جس طرح عالَم کی ابتدا میں رسولوں کی بعثت کی اطلاع دی تھی، اس کے انتہا پر رسولوں کے خاتمہ کا بھی اعلان کر دیا جائے، تاکہ قدیم سنت کے مطابق آیندہ اب کسی رسول کی آمد کا انتظار نہ رہے۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (الاعراف:35)

اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے کچھ پیغمبر آئیں جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر سنائیں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کر لیں گے، ان پر نہ کوئی خوف طاری ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

اللہ ربُّ العزت نے نبی آخرُ الزّماں ﷺ کو بھیج کر نبوت کے سلسلے کو مکمل و موقوف کیا، اگر ہم اس لفظ ”ختمِ نبوت“ پر غور کریں تو یہ بنتا ہے، ختم یعنی ”مہر لگانا۔“ ختمِ نبوت یعنی نبوت پر مہر لگانا (نبوت مکمل ہو جانا) پھر کیسے کوئی نبوت کا دعویدار بن کر ہمارے اس عقیدے پر کمند ڈال سکتا ہے؟

یہ جھوٹے مدّعیوں کا سلسلہ آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرماتے ہی شروع ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا پہلا اجماع ہی ”تحفّظ ختمِ نبوت“ پر ہوا۔

سورۃ الاحزاب میں اللہ ربُّ العزت واضح اعلان فرما رہے ہیں کہ ”نبی کریم ﷺ پر نبوت کا مبارک سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔“

اللہ ربُّ العزت قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں کہ ”محمد ﷺ تو مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں میں سے آخری نبی ہیں۔“ (الاحزاب:40)

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”قُربِ قیامت میں میری اُمّت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالاں کہ میں خاتمُ النبیّین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔“

ختمِ نبوت کا عقیدہ تقریباً سو قرآنی آیات سے صراحتاً و اشارۃً ثابت ہے، دو سو سے زائد احادیث اور اجماعِ اُمّت سے ثابت ہے۔

علمائے محقّقین لکھتے ہیں کہ ختمِ نبوت کے اعلان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ دنیا متنبّہ ہو جائے کہ اب یہ پیغمبر آخری ہیں اور یہ دین آخری ہے، اب نہ کوئی رسول آئے گا نہ نبی، نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ ظلّی نہ بروزی، اس لیے کہ اب منصبِ نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ”میں نے تمہیں ایک ایسے صاف روشن اور سیدھے راستے پر چھوڑا ہے کہ جس کا رات و دن برابر ہے، (حق و باطل واضح رہیں گے) للہٰذا یہ امّت کسی نئے دین اور نئے نبی کی محتاج نہیں ہے۔“ (ابنِ ماجہ)

نبی کریم ﷺ کی ختمِ نبوت کا منکر ہر حال میں ”زندیق“ کافر ہے۔ دورِ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک ہر دور میں منکرینِ ختمِ نبوت اور گستاخِ رسول (ﷺ) پیدا ہوئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ ربُّ العزّت نے اپنے دین اور اپنے محبوب کے ختمِ نبوت میں دفاع کے لیے ہر دور میں مجاہدینِ ختمِ نبوت کو کھڑا کیا۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنھیں اللہ ربُّ العزّت نبی پاک ﷺ کے ختمِ نبوت کے دفاع کے لیے چنتے ہیں۔

شیخ المحدّثین علّامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”مسلمانو! اگر نجاتِ اُخروی اور نبی پاک ﷺ کی شفاعت چاہتے ہو تو تحفّظ ختمِ نبوت کا کام کرو۔“

عقیدۂ ختمِ نبوّت کا تعلّق براہِ راست رسولِ پاک ﷺ کی ذاتِ بابرکت سے ہے، اسی لیے اس کے محافظین کو جنّت کی بشارت دی گئی ہے۔ آج کے دور کا سب سے بڑا فتنہ جس نے 1901 میں انگریزوں کے کہنے پر جھوٹی نبوّت کا دعویٰ کیا، وہ مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ مرزا قادیانی اس روئے زمین پر جنم لینے والا بدترین شخص تھا۔

اس نے اللہ ربُّ العزّت، نبی پاک ﷺ، انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر کسی پر دشنام طرازی کی۔ ایسے انسان دھرتی پر یقیناً بوجھ ہوتے ہیں اور اس کا بویا ہوا بیج آج بھی ہمارے درمیان پنپ رہا ہے اور اس کی جماعت کے چند لوگ ختمِ نبوّت کے تناور درخت کو گرانے کے درپے ہیں، لیکن وہ نہیں جانتے کہ ”مسلمان اللہ کے نبی کے سپاہی ہیں، وہ جیسے بھی گنہگار ہوں، لیکن ختمِ نبوّت کے عقیدے کے پودے کی جڑ دراصل ان کے دلوں میں ہے اور ان کے خون سے اس کی جڑوں کو سینچا جا رہا ہے۔ مسلمان چاہے کچھ بھی کر لے، لیکن وہ اپنے نبی ﷺ کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دیتا۔“

پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ”جو شخص فتنۂ قادیانیت کے خلاف کام کرتا ہے، اس کی پشت پر نبی پاک ﷺ کا ہاتھ ہوتا ہے۔“ سبحان اللہ! آمنہ کے دُرِّ یتیم کی نبوّت کا دَم بھرنے والو! اگر آج ان سانپوں کا ڈنک نہیں نکالو گے، اگر آج ان کی قلموں کی کمانوں کو نہیں توڑو گے تو اللہ ربُّ العالمین کو جواب دینے کے لیے تیار رہنا۔

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ، وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (جامع ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالاں کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اللہ پاک ہماری اور ہمارے ایمان کی ان فتنوں سے حفاظت فرمائے آمین!

اسی ضمن میں شاعر میر حسن کہتے ہیں:

کہا حق نے نبیوں کا سردار اسے — بنایا نبوت کا حق دار اسے
نبوت جو کی اس پہ حق نے تمام — لکھا اشرف الناس خیر الانام

J.
FRAGRANCES
BEYOND PASSION!
JANAN
PLATINUM
JANAN
PLATINUM
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

اُسوۂ حسنہ کے چند عملی پہلو

حکیم شمیم احمد

پہلا حصہ

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ

بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اِنَّمَا بُعِثۡتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الۡاَخۡلَاقِ

میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

اسوۂ حسنہ ہماری عملی زندگی کو شاہراہِ کامیابی پر گامزن کرنے کے لیے نہایت ناگزیر اور مکمل و مربوط نظامِ حیات ہے۔ سائبان کی تلاش میں بھٹکتی اور طرح طرح کے اندھیروں میں روشنی کی ایک کرن کی متلاشی انسانیت اب تک اس نظامِ حیات سے غافل ہے۔

اس کا سبب ہم خود بھی ہیں کہ طرح طرح کے خیالات میں الجھی ہوئی انسانیت تک اسلام کا پیغام اوّل تو پوری طرح پہنچا ہی نہ سکے اور اگر کہیں کوشش بھی ہوئی تو وہ یا تو جزوی اور نامکمل تھی یا اس میں ذوق، روایت، تعصّب، وِجدان اور فکری نارسائیوں کی اس قدر آمیزش ہو گئی کہ وہ دعوت کے بجائے ردِّ عمل کا عنوان بن گئی، چناں چہ اس تِشنگی اور خلا کو پر کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے چند اہم پہلو یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ

میں تو اس سے پہلے تم میں ایک عمر گزار چکا ہوں، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

یعنی قرآنِ کریم میں دعوتِ ایمان دیتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو پیش فرمایا ہے اور آپ کے اثبات کو ایمان کے لیے لازمی قرار دیا، تاکہ جب آپ ﷺ کی چالیس سالہ معصوم و منّزہ حیات کا اثبات ہو جائے تو آپ ﷺ کے ارشادات کو قبول کرنا اور انھیں دل سے مان لینا آسان ہو جائے، اسی بنا پر ایک روایت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کو ایمان کی چاشنی پالینے کا سبب قرار دیا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے قیامت کے متعلّق پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”وَمَا اَعۡدَدۡتَ لَھَا؟“ تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟

اس نے کہا: کچھ بھی نہیں۔ مگر یہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اَنۡتَ مَعَ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ“ ”تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے تجھے محبت ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی، جتنی نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ہوئی۔

میں نبی اکرم ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں

اور مجھے اُمید ہے کہ میں ان سے محبت کرنے کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میں نے ان جیسے عمل نہ بھی کیے ہوں۔

اسوہ حسنہ کا ایک اہم پہلو:

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اہلِ سِیَر متفق ہیں کہ آپ ﷺ کی حکمت اور دانائی، غور و فکر، فہم و فراست اور تدبّر کا کوئی مثل نہیں ہو سکتا۔ آپ کو جو کچھ عطا ہوا سب کا سب براہِ راست اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تھا۔ اس اعتبار سے آپ ﷺ کی فہم و فراست، ذکاوت اور حکمت بھری حیاتِ طیّبہ آپ ﷺ کی نبوّت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے 23 سال کے عرصے میں کیسے ساتھی تیار کیے تھے؟

یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عزم واستقلال، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل وانصاف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قضا سے معلوم ہو گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے مشن کو ان کے بعد کیسے لوگوں نے آگے بڑھایا؟ یہ اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید کی شجاعت، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سیاست، فاتحِ ایران سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عسکری قیادت سے پتا چلے گا کہ پیغامِ محمد ﷺ کی روح کو سمجھنے والے کیسے تھے؟ یہ ہم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ حدیث، ابو درداء اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ قرآن، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ تفسیر اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درسِ فقہ سے معلوم ہو گا۔

صلح حدیبیہ کے معاہدے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھے، رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کی طرف واپس لوٹ رہے تھے تو سورۂ فتح کا نزول ہوا، جس کے ذریعے سے مسلمانوں کو یہ باور کروایا گیا کہ یہ صلح جس کو وہ حالات نہ سمجھنے کی وجہ سے شکست سمجھ رہے تھے، دراصل ”فتحِ عظیم“ ہے، پھر آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو جمع کر کے یہ سورت تلاوت فرمائی۔ صحابۂ کرام اس سورت کو سُن کر مطمئن ہو گئے، پھر جلد ہی اس صلح کے فوائد سامنے آنے لگے، یہاں تک کہ اس صلح کے عظیم الشان فتح ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہا۔

خانگی زندگی اور اسوۂ حسنہ:

آپ ﷺ نے خاندان کو انتشار سے بچانے اور اسے استحکام بخشنے کے لیے باہمی حقوقِ فرائض کا ایک سلسلہ قائم کیا، جس پر عمل پیرا ہو کر انفرادیت پسندی، عدمِ اطمینان، پریشان اور انتشار جیسے معاشرتی امراض کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ خاندان کے جملہ عناصرِ ترکیبی مثلاً والدین، ازواج، اولاد، اقربا اور غلاموں کے بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے انسان کے مال اور جان دونوں کو اس کے والد کی مِلک قرار دیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

اِنَّ لِیۡ مَالًا وَّوَلَدَانِ، وَاِنَّ اَبِیۡ یَحۡتَاجُ اِلٰی مَالِیۡ

میرے پاس مال و دولت بھی ہے اور میں صاحب اولاد بھی ہوں، میرے والد کو میرے مال کی احتیاج ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اَنۡتَ وَمَالُکَ لِاَبِیۡکَ

بقیہ صفحہ نمبر 16 پر

رہبر نہیں رہزن

ام نسیبہ

اللہ ربُّ العزّت نے اشرف المخلوقات یعنی انسانیت کے نام اپنی آخری کتاب کی ابتدا میں ہی ہدایت پانے اور پھر ہدایت پر استقامت سے قائم رہنے اور بے علمی کی وجہ سے یا جان بوجھ کر ہر دو صورتوں میں گم راہی سے بچے رہنے کی دعا سکھائی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ پاک اپنے بندوں کے لیے ہدایت پسند کرتے ہیں اور گم راہی کو ناپسند کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ ربُّ العزّت نے اپنے بندوں کی فطرت میں بھی طلبِ ہدایت اور گم راہی سے اجتناب کا مادّہ رکھا ہے اور اپنی اس صلاحیت سے درست طور پر کام لینے کے لیے وقتاً فوقتاً ہادی و راہ بر بھی بھیجے ہیں، جنھیں انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کہا جاتا ہے۔

انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اللہ ربُّ العزّت کی طرف سے جو تعلیمات ہدایت لے کر آتے ہیں، ان کا اثر اور ہدف یہ ہوتا ہے کہ انسانوں میں جوہرِ انسانیت بیدار رہے۔ ایسا نہ ہو کہ سماجِ انسانی جسم میں درندوں سے بھر جائے۔ اس لیے نبوی راہ بری انسانوں کو آخرت میں عذاب سے نجات کی راہ دکھانے کے ساتھ ساتھ دنیا میں وقار سے جینے کا سلیقہ بھی تعلیم کرتی ہے۔ درست تر الفاظ میں انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام ان عقائد و اعمال کی تعلیم دیتے ہیں، جن کی وجہ سے انسانی معاشرے میں انسانیت زندہ رہتی ہے اور آخرت میں ابدی نجات حاصل ہوتی ہے۔

◆◆◆

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام ہیں، کیوں کہ ان کا بار احسان لیے بغیر انسانی روپ میں درندے تو زندہ رہ سکتے ہیں، مگر انسانیت کہیں سانس نہیں لے سکتی۔

یہ بھی مسلّمہ حقیقت ہے کہ جو چیز انسانیت کے لیے جس قدر زیادہ اہم ہوتی ہے، اس میں جعل سازی اتنا ہی بڑا جرم ہوتا ہے، چناں چہ سر درد کی جعلی دوا بنانا بھی جرم ہے، مگر جان بچانے والی ادویات میں جعل سازی بہت زیادہ سنگین جرم ہے، کیوں کہ اسباب کے درجے میں انسانی زندگی اس کی مرہونِ منّت ہے۔

یقیناً انسانی زندگی کو ہلاکت میں ڈالنے والی جعلی دوا بنانا اور بیچنا شدید ترین اور ناقابلِ معافی جرم ہے، لیکن انسانوں کے جوہرِ انسانیت کو ہلاکت میں ڈالنے والی جعلی نبوت کا دعویٰ اور اس کی تبلیغ اس سے بھی کہیں زیادہ سخت اور بڑا جرم ہے، کیوں کہ جعلی دوا چند انسانوں کی جان لے سکتی ہے، مگر جعلی نبوّت انسانیت کی روح کو ہلاک کر دینے والی بلا ہے، جس کا وار اگر چل جائے تو انسانی بستیاں وحشت اور ہلاکت کا وہ منظر پیش کرتی ہیں کہ جنگل کے درندے اس سے پناہ مانگ اٹھتے ہیں۔

◆◆◆

اللہ ربُّ العزّت نے انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی بعثت کے سلسلے کو محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل کر دیا ہے، کیوں کہ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مکمل و اکمل تعلیم دے کر بھیجے گئے، جس کے بعد انسانیت کو کسی نئی تعلیم کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی لیے آپ ﷺ تمام انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے سردار و امام بنا کر بھیجے گئے۔ اس عقیدے کو عقیدۂ ختمِ نبوّت کہتے ہیں، جو اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔

◆◆◆

رسول اللہ ﷺ خاتم النبیّین اور امام المرسلین ہیں، یعنی آپ ﷺ انسانیت کے محسنِ اعظم اور راہ برِ اعظم ہیں اور آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی جاں فزا تعلیمات کے کوثر و تسنیم کی جگہ اپنے سڑے ہوئے جوہڑ سے پانی پلانے کی کوشش کرنے والا انسانیت کا مجرم اور راہزنِ اعظم ہے۔

چوں کہ ایسے راہزنِ انسانیت کے لیے ایک عظیم خطرہ بن سکتے تھے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کو ان راہزنوں سے خبردار کر دیا تھا۔ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا تھا:

إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ،

وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

ترجمہ: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک خود کو نبی گردانے گا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نبوت مجھ پر ختم کر دی گئی ہے، میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

◆◆◆

ان تیس جھوٹوں میں سے مسیلمہ اور اسود عنسی وغیرہ بعض جھوٹے مدّعیانِ نبوّت اس وقت ظاہر ہوئے جب ابھی رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے پردہ نہیں فرمایا تھا۔ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان جھوٹوں کی سرکوبی کی اور امت کے لیے سبق چھوڑا کہ ان راہزنوں کا وجود جسدِ انسانیت کے لیے کینسر کے پھوڑے کی مانند ہے، جسے بروقت کاٹ پھینکا نہ جائے تو پورے بدن کی سلامتی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

آں حضرت ﷺ کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد امتِ مسلمہ نے ہمیشہ حریمِ ختمِ نبوّت کی حفاظت پورے تیقظ سے کی اور اس راہ میں کبھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب ہندوستان پر انگریز نے قبضہ کیا تو اسے یہاں ایک جھوٹے مدّعی نبوّت کی ضرورت محسوس ہوئی۔

انگریزی اقتدار کو یہ ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس کا ایک سیاسی پس منظر تھا۔ وہ یہ کہ 1803 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے انگریزی فوج دہلی میں فاتحانہ داخل ہوئی اور اس نے بادشاہ ہندوستان کو یرغمال بنا کر اعلان کیا کہ آج سے ہندوستان میں ”خلقت خدا کی، ملک بادشاہ کا اور حکم کمپنی بہادر (انگریز) کا “راج ہوگا۔ مسندُ الہند حضرت الامام شاہ ولی اللہؒ کے بڑے صاحب زادے اور جانشین حضرت الامام شاہ عبد العزیزؒ نے اس ملعون انگریزی اعلان کا جواب اسی وقت اپنے فتوے سے دیا۔ اس فتوے کو برِّ عظیم ہندوستان کی تاریخ میں ”فتوائے دار الحرب“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس فتوے کے مطابق ہندوستان انگریزوں کے قبضے میں آ کر دار الحرب بن چکا تھا اور اپنے وطن کی آزادی کے لیے جہاد ہر مسلمان کا فرض تھا۔

اگرچہ ہندوستان کی حکومت انگریز نے مغل بادشاہوں سے چھینی تھی، مگر وقت پڑنے پر دین و وطن کے تحفّظ کی خاطر علمائے حق ہی میدان میں نکلے۔ فتوائے دار الحرب کی پاداش میں حضرت الامام شاہ عبد العزیزؒ کو بہت کچھ مظالم برداشت کرنے پڑے۔ مثلاً، ان کی جائیداد انگریز حکومت نے ضبط کر لی، انھیں دہلی سے شہر بدر کر دیا گیا اور ان کے بدن پر چھپکلی کا ابٹن ملا گیا، جس سے حضرتؒ برص کے مرض کا شکار ہو گئے، لیکن علمائے حق نے آزادیٔ وطن کی جدوجہد جاری رکھی۔ 1831 میں بالا کوٹ اور 1857 میں شاملی کے میدان میں وہ انگریزی استبداد سے ٹکرائے، اگرچہ حالات نے مساعدت نہ کی اور دونوں بار علمائے حق کو شکست ہو گئی، لیکن انگریز نے اس بات کو سمجھ لیا کہ جب تک قوم کا تعلّق ان علمائے حق کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ سے مضبوط رہے گا اور عقیدۂ جہاد پر ان کا ایمان رہے گا، تب تک وہ سکون سے حکومت نہیں کر

سکے گا۔

چناں چہ انگریز نے سیالکوٹ کی سرکاری کچہری کے ایک ملازم مرزا غلام قادیانی کو تیار کرنا شروع کیا۔ مرزا نے 1880 سے جھوٹے دعووں کا کاروبار شروع کیا اور 1901 میں نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ مرزا کی جھوٹی نبوّت کی کوئی روحانی یا مذہبی حیثیت نہیں تھی، بلکہ وہ تو صرف انگریزی غاصب اقتدار کی ایک سیاسی سازش تھی۔ چناں چہ مرزا نے اپنی جھوٹی نبوّت کی طرف دعوت دے کر مسلمانوں کا تعلّق رسول اللہ ﷺ سے کاٹنے کی کوشش کی اور اس نے جہاد کو حرام قرار دیا۔

ادھر علمائے حق نے بھی اپنا سفر جاری رکھا۔ آزادیٔ وطن کی جدوجہد اور مرزا غلام قادیانی کی راہ زنی کا تعاقّب جادی رہے اور بالآخر انگریز کو ہندوستان چھوڑ کر بھاگتے ہی بنی اور مسلسل جدوجہد سے 7 ستمبر 1974 کو مرزا غلام قادیانی آئینِ پاکستان کے مطابق بھی سرٹیفائیڈ راہ زن قرار پایا۔

راہ بری کے نام پر راہ زنی کرنے والے اس وارداتئے اور اس کے گروہ کا تعاقب آج بھی جاری ہے۔ پاکستان، آزاد کشمیر، افریقا اور یورپ جہاں جہاں راہ زنوں کے اس ٹولے نے قدم جمانے کی کوشش کی، عالمی مجلس تحفّظ ختمِ نبوّت نے مسلمانانِ عالم کی نمایندگی کرتے ہوئے قادیانی راہ زن گروہ کا کام یاب تعاقب کیا اور اس کے عزائم کو مٹی میں ملا دیا۔

اللہ پاک ہمیں سدا تحفّظ ختمِ نبوّت کے مقدّس کام سے جوڑے رکھے آمین!!

تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانیٔ محمد ﷺ ثانی تو بڑی چیز ہے، سایہ نہ ملے گا

صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ

اسوۂ حسنہ کے چند عملی پہلو

تم بھی اور تمھارا مال بھی دونوں تمہارے باپ کے ہیں۔

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے والدین کی خدمت کو جہاد قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص نے آن حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ”کیا میں جہاد میں شریک ہو سکتا ہوں؟“ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ”کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟“ اس نے عرض کیا: ”جی ہاں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر ان ہی میں جہاد کرو، یعنی ان کی خدمت کرو۔“

دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ والدین تمہاری جنّت بھی ہیں (اگر ان کے ساتھ حسن سلوک کرو) اور تمہاری دوزخ بھی (اگر ان کی نافرمانی کرو)۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو پسند ہو کہ اس کی عمر دراز ہو اور اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔“

آپ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ”جو نیک اولاد ماں باپ پر محبت بھری ایک نظر ڈالتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو ایک حج مقبول کا ثواب عطا فرماتا ہے۔“ لوگوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر کوئی ایک دن میں سو بار اس ہی طرح رحمت و محبت کی نظر ڈالے“ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، اگر کوئی سو بار ایسا کرے تب بھی۔“

رسول اللہ ﷺ اہلِ قرابت خصوصاً والدین کے بارے میں اس قدر احترام کے جذبات رکھتے تھے کہ ابو لہب کی باندی ثوبیہ نے آپ ﷺ کو صرف ایک دو روز دودھ پلایا تھا، مگر آپ ﷺ ان کا بھی احترام فرماتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے بعد ثوبیہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں، ہجرت کے بعد بھی آپ ﷺ کبھی کبھی مدینہ منورہ سے ان کے لیے تحفے بھیجتے تھے۔ مکہ فتح ہونے پر آپ ﷺ نے ثوبیہ اور ان کے بیٹے مسروح کے بارے میں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ دونوں کا انتقال ہو چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ بحیثیتِ شوہر بھی ہمارے لے مثالی اسوۂ حسنہ رکھتے ہیں، جس سے روشنی حاصل کر کے ہم اپنے گھروں کو روشن کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ اس کی عملی تصویر تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي“

تم میں سے بہتر وہ ہے، جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سے بہتر ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک، پرہیز گاری اور صلح جوئی کی زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ (ﷺ)! بیوی پر شوہر کا کیا حق ہے؟“ آپ ﷺ نے پوری وضاحت کے ساتھ فرمایا: ”جو خود کھائے تو اس کو کھلائے، جو خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے، نہ اس کو برا بھلا کہے اور اگر اس سے علیحدگی اختیار کرنی پڑے تو یہ گھر کے اندر رہی ہو، یعنی خفا ہو کر گھر نہ چھوڑے۔“

آپ ﷺ نے نہ صرف بہترین خانگی زندگی کے لیے مکمل و جامع ہدایت فرمائی بلکہ اس اعلیٰ ترین معیار کے مطابق اپنا اسوۂ حسنہ بھی دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔

کاشانۂ نبوی ﷺ کی جو مالی کیفیت تھی، وہ کسی سے مخفی نہیں، کئی کئی روز چولہا تک نہیں جلتا تھا۔ کھجور وغیرہ پر گزرا ہوتا تھا، ایسے حالات میں عین ممکن تھا کوئی بات خلافِ مزاج پیش آ جاتی، لیکن آپ ﷺ کے حسنِ تدبّر، مساوات پر مبنی اور کریمانہ طرزِ عمل میں ان حالات کو بھی تمام ازواج مطہّرات کے لیے مسّرت بخش بنا دیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ازواج مطہّرات کے درمیان باری کی اتنی پابندی فرماتے تھے کہ کبھی ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے اور ایسا شاز و نادر ہی ہوتا کہ آپ ﷺ تمام ازواج مطہّرات کے یہاں تشریف نہ لے گئے ہوں۔ آپ ﷺ روزانہ عصر کی نماز کے بعد ازواج مطہّرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے، ان کے پاس بیٹھتے، ان کے حالات معلوم کرتے، جب رات ہو جاتی تو وہاں تشریف لے جاتے، جہاں کی باری ہوتی اور وہیں شب بسر فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب کسی سفر پر روانگی کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہّرات کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جس کا نام قرعہ میں نکلتا، انھیں ساتھ لے جاتے۔ کئی بار قرعہ حضرت عائشہ یا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام نکلا۔

غزوۂ حنین کے موقع پر جب مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اسیرانِ جنگ مسلمانوں کی تحویل میں آئے تو آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیما بھی آپ کے پاس لائی گئیں۔ انھوں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں، آپ ﷺ نے علامات سے انھیں پہچان لیا تو انھیں کہا ”اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو پورے اعزاز و احترام کے ساتھ رہ سکتی ہو اور اگر اپنی قوم میں واپس لوٹنا چاہتی ہو تو یہ بھی ممکن ہے، میں پوری عزّت کے ساتھ رخصت کروں گا۔“ چناں چہ انھوں نے دوسری صورت کو پسند کیا اور آپ ﷺ نے انھیں تحائف کے ساتھ رخصت کیا۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے انھیں دیکھ کر اپنی چادر ان کے لیے بچھا دی اور فرمایا جو مانگو گی تمہیں ملے گا اور جس چیز کی سفارش کرو گی وہ پوری ہو گی۔ (جاری ہے)

سیدہ فاطمہ طارق

آخری حصہ

مسئلہ فلسطین اور امت مسلمہ کا کردار

صورتِ حال روز بروز گھمبیر ہوتی جا رہی ہے۔ کچھ لوگ اس کا حل مذاکرات کو قرار دیتے ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذکرات میں تو دلیل سے بات کی جاتی ہے، اگر متشدّد یہودی دلیل کی زبان مانتے تو آج آگ و خون کا یہ کھیل فلسطین میں جاری ہی کیوں ہوتا؟؟

اگر محض دلیل کی طاقت سے حق دار کو اس کا حق مل جاتا تو دنیا میں اسلحہ ایجاد ہی نہ ہوتا۔

لوگ زبان سے کہہ سن کر اپنا حق وصول کر لیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ دلیل جتنی بھی سچی اور کھری ہو، اس کے منوانے کے لیے طاقت ضروری ہے۔ انصاف کا حصول اور حقوق کا تحفظ، طاقت کا مرہونِ منت ہے، ورنہ امن میں پولیس اور زمانۂ جنگ میں خون کی ضرورت بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

لہٰذا مذاکرات بھی اسی وقت کام یاب ہو سکتے ہیں، جب فریقین برابر کی سطح کے ہوں اور ہر فریق کا مذکرات سے ناکامی کی صورت میں دوسرے فریق کے زوردار عمل کا خطرہ ہو۔

اگر مذاکرات میز پر بیٹھ کر دلائل کی پٹاری کھولنے سے قبل مطلوبہ طاقت مہیا نہ کی جائے تو میزیں سجی رہیں گی، لیکن حقوق کی پامالی اور مظلوم و کم زور قوموں کو روندنے کچلنے کا عمل رُک نہ سکے گا۔

اے خدائے واحد پر ایمان لانے والے سادہ لوح مسلمانو! بدبخت یہودیوں نے انبیائے کرام کے حقوق کا احترام نہیں کیا تو تمھیں تمہارا حق کس طرح دیں گے۔

ان سے مذاکرات کی میز پر سامنا اس وقت تک بے کار ہے، جب تک جنگ کے میدان میں انھیں نیچا دکھانے کے قابل نہ ہو جاؤ۔

بوسیدہ ٹاٹ

حقیقت یہ کہ یہودی موت سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں، جیسا کہ قرآنِ مجید میں سورۃ البقرہ اور سورۃ الجمعہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے وہ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت سے سخت خوف زدہ رہتے ہیں، چناں چہ ان کی کوشش ہے کہ مجاہدین سے میدانِ جنگ میں پنجہ آزمائی مول لینے کے بجائے انھیں مذاکرات کے جال میں اُلجھایا جائے، ورنہ کون نہیں جانتا کہ ان کے دلائل ٹاٹ سے زیادہ بوسیدہ ہیں، مثلاً ان کا سب سے بڑا دعویٰ یہ ہے کہ وہ فلسطین کے قدیم ترین اصل باشندوں کی اولاد ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد نے ہزاروں سال پہلے یہاں یہودی ریاست قائم کی تھی اور بیسویں صدی میں اسی اصلی یہودی ریاست کا قیام عمل میں آیا ہے۔

لیکن اسے کیا کریں کہ مغربی مصنّفین سمیت تمام تاریخی ماخذ اس بات پر متّفق ہیں کہ فلسطین میں بسنے والے عربوں کی اکثریت کے آباؤ اجداد اسلامی فتح کے ساتھ فلسطین میں نہیں آئے تھے، بلکہ وہ بنیادی طور پر سامی الاصل ہیں، جو تین ہزار سال قبل مسیح کے زمانے میں فلسطین میں آباد تھے، نیز مؤرّخین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ قدیم عبرانی جن کی اولاد اور وارث ہونے کا آج کے یہودی دعوی کرتے ہیں، وہ تو عراق سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے۔ وہ یہاں کے اصل باشندے تھے ہی نہیں۔

پھر دل چسپ بات یہ کہ یہودی جب جِلاوطن ہو کر دنیا میں بکھرے تو بہت سے غلام بنا لیے گئے تھے، جن کا نسب محفوظ نہیں رہا اور وہ دوغلی نسل کے ہیں، نیز لاتعداد غیر سامی الاصل قبیلوں کی نسل سے ہیں، جبکہ فلسطین کے عرب مسلمان ہزارہا سال سے وہیں بس رہے ہیں، خالص نسب کی بنا پر یہاں کے قدیم باشندوں کی اصل نسل ہیں۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ یہودی واقعی فلسطین کے قدیم ترین حکم رانوں کی اولاد ہیں تو ارضِ فلسطین پر ان ملکیت کا دعوی نہایت کم زور ہے۔ دو ہزار برس پہلے کسی خطے ارض کے منتشر حصوں پر باہر سے آ کر قبضہ کر لینا آج یہودیوں کو یہاں کا مالک نہیں بنا دیتا۔ اگر ایسا ہو تو تمام استعماری ممالک اپنے زیرِ قبضہ ممالک پر جو جنگِ دوم کے بعد آزاد ہو گئے، حقِّ ملکیت جتا سکتے ہیں، نیز اس طرح سے اسپین پر مسلمانوں امریکا پر ریڈ انڈین کا اور آسٹریلیا پر ریب اور جینز کا حق بنتا ہے۔ کیا یہودیوں کی حمایت کرنے والے یہ ممالک اپنے ملکوں کو دوسروں کا اس طرح کا حق تسلیم کرنے پر تیار ہیں؟

غرض یہودیوں کے دلائل وزن سے اسی طرح خالی ہیں، جیسے چیل کا گھونسلہ گوشت سے۔۔۔

لیکن وہ اور ان کی بدنیت اور جانب دار سرپرست پھر بھی فلسطینی مسلمانوں سے اسلحہ رکھوا کر ان کے ہاتھ میں مذاکرات کے نوٹس بنانے والا قلم تھمانا چاہتے ہیں، کیوں کہ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جنّت کے شیدائی مسلمان اس وقت تک ان کے ناک میں دم کیے رکھیں گے، جب تک کہ انھیں شہادت کے راستے ہٹا کر بات چیت کی بھول بھلیوں میں گم نہیں کر دیا جاتا۔

نئے عالمی نظام میں جب سے برطانیہ کی جگہ امریکا نے لی ہے، یہودیوں نے اسے مکمل طور پر اپنے قبضے میں لے رکھا ہے اور وہ اس یہودی غنڈے کے اشارے پر بانس سے بنے شتونگڑے کی طرح گھومتا اور قلابازیاں کھاتا ہے۔ ان سب کی فلسطینی مجاہدین سے جان نکلتی ہے، لہٰذا انھوں نے سیاسی گروپوں کو آگے کر کے یاسر عرفات جیسے موم لیڈر گھڑ لیے ہیں اور دنیا کو مذاکرات کا جھانسہ دے کر عظیم تر اسرائیل کی طرف پیش قدمی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا

ندا اختر

بعثت سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کی بیٹی امِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ مانگا تھا، اس وقت ہبیرہ بن ابی وہب نے بھی ان کا پیغام بھیجا تو فیصلہ ہبیرہ بن ابی وہب کے حق میں ہوا اور اس نے ان سے شادی کر لی۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا سے کہا: "چچا جان! آپ نے ہبیرہ بن ابی وہب سے شادی کر دی اور مجھے چھوڑ دیا۔" تو انھوں نے کہا: "میرے بھتیجے! ان سے ہمارا ددھیانے کا رشتہ ہے اور ایک عزّت دار ہی دوسرے عزّت دار کو اس کا بدلہ دیتا ہے۔"

پھر امِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تو ان کے اور ہبیرہ بن ابی وہب کے درمیان جدائی ہو گئی۔

آں حضرت ﷺ نے پھر انھیں پیغام دیا تو وہ بولیں، قسم خدا کی میں تو آپ ﷺ سے زمانۂ جاہلیت میں ہی محبت کرتی تھی، اسلام کے بعد تو یہ محبت اور بڑھ گئی ہے، مگر میں بچوں والی ہوں اور مجھے یہ گوارا نہیں کہ یہ آپ کے لیے تکلیف کا باعث بنے۔

ابو ثقیل بن ابی عقرب نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ امِّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور انھیں نکاح کا پیغام دیا تو وہ اپنے بچوں کو دیکھتے ہوئے بولیں: ایسے کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ایک گود میں لیٹا ہوا ہے اور ایک شیر خوار ہے، پھر آپ ﷺ کے پینے کے لیے دودھ لایا گیا، میں روزے سے تھی، مگر پھر بھی پی لیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو وہ بولی: آپ ﷺ کے جھوٹے کے لیے ایک روایت کے مطابق جب آپ ﷺ نے انھیں پیغام بھیجا تو انھوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری سماعت اور بصارت سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور شوہر کا حق بہت زیادہ ہوتا ہے، اس لیے میں ڈرتی ہوں کہ شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کہیں مجھ سے اپنے بچوں کی حق تلفی نہ ہو جائے اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی میں کہیں شوہر کی حق تلفی نہ ہو جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹوں پر سوار ہونے والی سب سے زیادہ بہتر عورتیں قریشی عورتیں ہیں، جو اپنے بچے کے لیے اس کے بچپن میں سب سے زیادہ شفیق اور شوہر کا سب سے زیادہ خیال رکھنے والی ہوتی ہیں۔

فیصلہ کُن معرکہ

ارضِ فلسطین میں ان کی ریاست کا قیام ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا سنگِ میل ہے، لیکن جو شخص قرآن و سنت کا مطالعہ کرتا ہو، اسے اس بات میں ذرا شک نہیں کہ مقبوضہ فلسطین میں یہودیوں کا اجتماع درحقیقت ان کی آخری اور ابدی شکست بلکہ روئے زمین سے ناپید گی کا نقطہ آغاز ہے، حدیث شریف کی پیش گوئی کے مطابق ارضِ فلسطین کی طرف دنیا بھر کے یہودیوں کا رجوع اور ان کا یہاں سمٹ آنا دراصل اس آخری اور فیصلہ کُن معرکے کا پیش خیمہ ہے، جو اس خطے میں اہلِ ایمان اور خدا رسول کی گستاخی اور مردود یہودی قوم کے درمیان لڑا جائے گا۔ اس معرکہ میں سرزمینِ انبیا کا ہر پتھر اور درخت مسلمان مجاہدین کو پکارے گا کہ اللہ کے بندے ادھر آ! یہاں میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے۔ اس کی تمام شیطنیت اور دجل سمیت اسے اس کے آخری ٹھکانے جہنم کے آخری سرے تک پہنچا دے۔۔۔ بمطابق فرمان صادق امین نبی رسول کریم ﷺ صرف غرقد درخت یہودیوں کی نشاندہی نہ کرے گا، چناں چہ آج اسرائیلی دارالحکومت اور دیگر شہروں میں صحافی حکومت نے غرقد کے لاتعداد درخت جا بجا لگوائے ہیں، لیکن اس بات کی طرف ان کا دھیان نہیں گیا کہ جب ان کی ہزاروں سال کی نافرمانی اور گستاخی کی سزا قریب آ لگے گی تو غرقد کے درخت کب تک انھیں پناہ دیں گے۔

آخری انجام کی تمہید

مسلمانوں کو یہودیوں کے لیے بے پناہ ظلم و ستم اور جور و جفا سے خائف ہونے کے بجائے شریعت کے کامل اتباع اور جہاد فی سبیل اللہ پر پختہ اور مضبوط ہو جانا چاہیے۔ مقبوضہ فلسطین کی طرف دنیا بھر سے یہودیوں کی نقل مکانی دراصل ان کے آخری انجام کی تمہید ہے۔

جب ان کی اکثریت یہاں سمٹ آئے اور ان کی حرکات حد سے تجاوز کر جائیں گی اور ان کا فتنہ گر و فتنہ پرور رہنما دجال ان کو لے کر مسلمانوں کے خلاف اٹھے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی قیادت میں مجاہدین کا لشکر ان کی سرکوبی کے لیے دِمشق فلسطین کی طرف بڑھے گا، تب دجال فرار ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا پیچھا کریں گے اور حدیث شریف کے مطابق مقام "لُد" میں اسے جا لیں گے، یہاں انسانیت کا یہ مردود ترین فرد ان کے ہاتھ موت کی گھاٹی اترے گا (صحیح مسلم باب ذکر الدجال، ج:2، ص:401)

پھر اس کی مردود قوم بھی مجاہدین کے ہاتھوں ہمیشہ کے لیے فنا کی گھاٹی اتر جائے گی۔

لُد نامی مقام آج اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب کے قریب ہے۔ کم زور ایمان والے مسلمان دجّال کے فتنے میں بہہ جائیں گے۔ لہٰذا اللہ سے مضبوط تعلق رکھنے والے اور اس کی خاطر جان دینے کا جذبہ رکھنے والے ثابت قدم رہیں گے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے لشکر میں شامل ہو کر مغفرت اور جنت کے مستحق ہوں گے۔

اے ایمان والو! اپنے اعمال کی جانچ کرو اور اس وقت کی تیاری رکھو، جب تمہیں خیر و شر میں سے کسی ایک کی خاطر جان دینے کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جُنیدامِین

جُنیدامِین

Your Trusted Friend in Real Estate

Sale - Purchase - Rent

22-C, Khyaban e Jami near Baitussalam Masjid Phase IV, D. H. A. Karachi
02135313254 , 02135313319 , 03009213373 Email: junaidameen@live.com

عالمی ادارہ بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

BAITUSSALAM LABORATORY & DIAGNOSTIC CENTRE

High-standard laboratory with distinctive features

LAB TESTING FACILITY **FREE** FOR **ZAKAT** BENEFICIARIES
SERVING WITH RESPECT & DIGNITY

ULTRA SOUND | XRAY | OPD

&

ALL TYPES OF **DIAGNOSTIC TESTS** ARE AVAILABLE

- MICROBIOLOGY
- CHEMICAL PATHOLOGY
- HAEMOTOLOGY
- IMMUNOLOGY & SEROLOGY
- MOLECULAR PATHOLOGY/ PCR

lab@baitussalam.org — +92 21 35392634 — +92 334 2982988

SHOW-ROOM NO. 01, GROUND FLOOR, ROYAL TOWERS, KPT INTERCHANGE KORANGI ROAD, KARACHI.

دین کی دعوت اور سوشل میڈیا

عبدالمتین

سوشل میڈیا اور دین کی دعوت: آج کل جب کبھی ویڈیو اور سوشل میڈیا کے حوالے سے کوئی معمولی تنقید بھی کی جائے تو اکثریت یہ دلیل پیش کرتی دکھائی دیتی ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے دین کی بات پوری دنیا تک پہنچ جاتی ہے اور کروڑوں لوگ اس سے دور دراز کے علاقوں تک مستفید ہو جاتے ہیں، جبکہ مسجد، مدرسہ یا کسی کمرے میں مجلسِ درس قائم کرنے والا سینکڑوں سے زیادہ لوگوں تک اپنی بات نہیں پہنچا سکتا۔

سوشل میڈیا اور موجودہ حالات: اس ردِّ عمل پر ایک مختصر سا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے اب تک کتنے لوگ توبہ تائب ہو چکے ہیں، کتنے تہجد گزار بن چکے ہیں، کتنے فرماں بردار، کتنے داعی، کتنے طالبِ علم اور کتنے ایسے ہیں جن کی مثال دی جا سکے کہ بلا شبہ نیٹ کی دنیا نے ان کی زندگی بدل دی؟

اس کے بالکل برعکس ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور اگر نہیں جانتے تو اپنے ارد گرد ایک گہری نظر دوڑائیں اور دیکھیے کہ کتنے ہیں جو سوشل میڈیا کی دنیا میں مگن ہو کر اسی دنیا کے ہو کر رہ گئے، پہلے وہ موبائل استعمال کرتے تھے اور اب ان کو موبائل استعمال کرنے لگا ہے، پہلے وہ والدین کی آواز پر لبیک کہتے تھے، اب وہ کسی اشتہار کو بھی برداشت نہیں کرتے، ان کی مجموعی فکر سبسکرائبر سے شروع ہوتی ہے اور موبائل چارج پر ختم ہو جاتی ہے۔ وہ ایک بے مقصد مصرف میں گھنٹوں برباد کرتا ہے، جبکہ کسی بڑے کا حکم مان کر پانچ منٹ بھی اسے بھاری لگتے ہیں۔ وہ پہلے صرف بے نمازی تھا، اب ملحد بھی بننے لگا ہے، پہلے سو کر اٹھتا تھا تو ماں کو ڈھونڈتا تھا، اب موبائل ڈھونڈتا ہے۔ اس کے نیم مذہبی خیالات سے پورا گھر پریشان رہتا ہے، نیم سیاسی تجزیوں سے معاشرہ تنگ آ چکا ہے، اخلاق و فکر، عقیدہ و عمل، ظاہر و باطن اس کی شخصیت میں فقط تضاد ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

تجوید ٹھیک ہو یا نہ ہو، قرّا کو ہدفِ تنقید بنا لیتا ہے، نہ علم کی الف ب سے بھی واقف اور نہ ہی علما کو موضوع بناتا ہے، فنِّ تاریخ پر کبھی کچھ پڑھا ہی نہ ہو اسلاف پر تنقید کرتا ہے، سیاسی شخصیات کو پوجتا ہے یا ان کی شخصیت پر کیچڑ اچھالتا ہے۔ سمجھ نہیں آتا کہ یہ شخص چاہتا کیا ہے؟ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اس کا میدانِ عمل کیا ہے؟ اس کی تعلیم و صلاحیت کیا ہے؟ آخر یہ ٹھیکہ اسے ملا کہاں سے ہے اور یہ بلا سونپی ہوئی ٹھیکے داری کب تک معاشرے کو برداشت کرنی پڑے گی؟

ایجادات کا اصول: یہ اصول ماہرینِ فن بتاتے رہتے ہیں کہ کسی ایجاد کردہ چیز کا مقصد وہی ہوتا ہے، جو اس کا مُوجِد (ایجاد کرنے والا طے کرے) وہ مقصد بالکل بھی نہیں ہوتا جو مجھے اور آپ کو اچھا لگے یا ہم آپ بیٹھ کر طے کریں، جس کی ایجاد ہے وہی طے کرے گا۔

سوشل میڈیا کا حقیقی مقصد: لہٰذا بڑے ادب کے ساتھ عرض ہے کہ سوشل میڈیا کی دنیا آباد کرنے والوں کا یہ مقصد بالکل بھی نہیں کہ وہ اس سے اشاعتِ دین کی راہ کھول سکیں، بلکہ وہ فقط ایک سرمایہ کاری کی نیت سے یہ سب کر رہے ہیں اور بہت پیسا بنا رہے ہیں۔ اگر کسی خطیب صاحب کو یوٹیوب چینل کی مطلوبہ اشاعت پر اگر ایک بڑا اعزاز پیش کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ بالکل بھی نہیں ہوتی کہ آپ نے دین کی ماشاء اللہ بہت بڑی خدمت کی ہے، جس کے عوض ہم آپ کو یہ یہ اعزاز پیش کر رہے ہیں، بلکہ وہ اعزاز اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ نے ہماری دکان چمکانے میں مدد کی اور ہمارے کاروبار کو آپ کی شرکت کی وجہ سے بڑا نفع ہوا، لہٰذا ہم آپ کو اس کے بدلے یہ اعزاز پیش کر رہے ہیں۔

پوری دنیا تک دین کی بات پہنچانا: اب ذرا یہ نکتہ سمجھنے کے لائق ہے کہ دین کی بات پوری دنیا تک پہنچانا سوال یہ ہے کہ پوری شریعت میں یہ کہاں لکھا ہے کہ دین کی بات ہر شخص کو پوری دنیا میں پھیلانی چاہیے، جبکہ عقل سے کام لیا جائے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے اور پھر اس جذبے کا ایک شدید نقصان یہ دیکھنے کو ملا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے گھر بار، علاقہ، معاشرہ اور ماتحت لوگوں تک دین کی بات پہنچانے میں ناکام ہو چکا ہے، اسے جب لگتا ہے کہ یہ دعوت کا کام پوری دنیا میں کرنا پڑے گا تو وہ اس کی ابتدا ہی کرتے ہوئے ڈر جاتا ہے اور اپنا اپنے ماتحتوں کا دینی نقصان کر لیتا ہے۔

دین کی دعوت کا دائرہ کار: جبکہ دعوت کے باب میں شریعت یہ بتلاتی ہے کہ تم میں سے ہر شخص نگران اور سرپرست کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر ایک نگران سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، وہ نگران ماں، باپ، بڑا بھائی بہن، استاذ، مرشد، صدرِ انجمن، سیاسی لیڈر، عالم، پیش امام کوئی بھی ہو سکتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں تک دین کی مکمل دعوت حکمت اور درست انداز سے پہنچائے، اس سے زیادہ شریعت نے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ باقی حکومتی سطح پر دعوت کے کچھ دیگر اصول ہیں، لیکن ان کا تعلّق عام زندگی سے نہیں ہے، بلکہ حکومت سے ہے جو کہ فی الحال موضوع نہیں۔

دنیا کے ہر خطے میں مذکورہ رشتے اور منصب پائے جاتے ہیں، جب یہ دعوت کا کام کرتے رہیں گے تو خود یہ دعوت ہر جگہ پہنچ جائے گی اور اس دعوت کی طرف متوجّہ کرنے والے علما ہیں اور علما مساجد میں ہوتے ہیں اور مساجد دنیا کے ہر کونے میں موجود ہیں، اس طرح علما ان تمام رشتوں کو ان کی دعوتی ذمہ داری سے آگاہ کرتے رہیں گے۔

انبیا علیہم السلام کا دعوتی طریقہ: یہ وہ طریقہ ہے، جسے شریعت نے دعوت کے عنوان سے بیان کیا ہے، باقی جیسے تیسے ہر ایک تک دین کی بات پہنچانا، یہ کسی کی ذمہ داری میں شامل نہیں، کیوں کہ انبیا علیہم السّلام کو بھی قرآن کا یہی خطاب ہے کہ اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُؕ آپ کے ذمہ بس بات پہنچانا ہے، لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ آپ لوگوں پر مسلّط نہیں ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ انبیا کے ذمے بھی بات کو احسن طریقے سے پہنچانے کی ذمہ داری تھی، باقی بات منوانا یا نتیجہ نکالنا یہ ان کی دعوتی ذمہ داریوں میں شامل نہیں تھا اور یہی غلط فہمی آج ہر ایک کو لگی ہوئی ہے کہ بس زیادہ سے زیادہ بات کو سوشل میڈیا پر پھیلاؤ، تاکہ لوگ مان جائیں، حالاں کہ یہ نہ اخلاقی لحاظ سے درست ہے اور نہ دعوتی مزاج کے موافق ہے۔

کاروباری دنیا کے جھگڑے اسباب اور ان کا حل

مفتی سید انور شاہ

ہمارے ہاں رنجشوں اور جھگڑوں کا جو سلسلہ چلتا ہے، ان کا ایک بنیادی سبب کاروباری معاملات کو صاف اور واضح نہ رکھنا ہے، چناں چہ روپیا، پیسا، زمین و جائداد اور دیگر مالی معاملات کو صاف نہ رکھنے کی وجہ سے بعض اوقات جو جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، وہ کئی نسلوں تک چلتے ہیں۔ بہت پرانے اور مثالی تعلّقات آن کی آن میں ختم ہو جاتے ہیں۔

اسلام نے خصوصی ہدایت دی ہے کہ جو بھی معاملہ کیا جائے، خواہ وہ بھائیوں، باپ بیٹے یا شوہر اور بیوی کے درمیان ہی ہو، وہ بالکل واضح اور بے غبار ہونا چاہیے۔ اس میں ایسا ابہام نہیں ہونا چاہیے جو کسی تنازع اور جھگڑے کا باعث ہو، اسی لیے خرید و فروخت کی ایسی تمام صورتیں منع ہیں، جن میں فروخت کی جانے والی چیز، ادا کی جانے والی قیمت، سامان کی سپردگی کی جگہ اور ادھار کی صورت میں قیمت یا ادائیگی کا وقت مبہم ہو، تجارت کے بہت سے احکام اسی اصول پر مبنی ہیں۔ اس لیے شرعی نقطۂ نظر سے جو معاملات کسی بھی پہلو سے ابہام کی وجہ سے آیندہ کسی نزاع کا سبب بن سکتے ہیں، وہ درست نہیں ہوں گے۔

آپس میں بھائیوں کی طرح رہو، مگر معاملات اجنبیوں کی طرح کرو

اہلِ علم لکھتے ہیں: ”آپس میں بھائیوں کی طرح رہو، لیکن لین دین کے معاملات اجنبیوں کی طرح کرو“ مطلب یہ ہے کہ روزمرّہ کی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ ایسا برتاؤ اور حسنِ سلوک کرو، جیسے ایک مخلص بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ کرنا چاہیے، جس میں ایثار، محبت، شفقت، مروّت، رواداری، تحمّل اور انسانیت کا جذبہ ہو، لیکن جب روپے پیسے اور تجارت و نفع کے لین دین، جائداد کے معاملات اور شرکت و حصہ داری کا معاملہ آ جائے تو اس طرح انجام دو، جیسے دو اجنبی افراد انھیں انجام دیتے ہیں۔ معاملے کا کوئی پہلو مبہم نہ رہے۔

اگر خوش گوار تعلّقات کی حالت میں یہ اصول اختیار کر لیا جائے تو بہت سے جھگڑوں سے بچا جا سکتا ہے، لیکن ہم یہ اصول نظرانداز کر دیتے ہیں۔

والد اور اولاد میں شراکت

ہمارے ہاں تجارت و کاروبار میں عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص نے کاروبار شروع کیا، اس وقت اس کے بچے چھوٹے تھے۔ رفتہ رفتہ کاروبار بھی بڑھتا ہے اور بچے بھی بڑے ہو کر اپنے والد کے کاروبار میں پورے طور پر معاونت کرتے اور اس کو اپنا کاروبار تصور کرتے ہیں، اس کو ترقی دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، والد بھی ان کی مکمل کفالت کرتا ہے اور ان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ یہ مشترکہ نظام برقرار رہے، لیکن جب والد کی زندگی میں یا ان کے انتقال کے بعد اس کاروبار کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو بڑے لڑکوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کاروبار میں چھوٹے بھائیوں کی بہ نسبت ان کا تعاون زیادہ رہا ہے، اس لیے اسی تناسب سے انھیں زیادہ حصہ ملنا چاہیے، پھر جب تمام بھائیوں کے درمیان کاروبار کی مساوی طور پر تقسیم کی بات ہوتی ہے تو ان کو ٹھیس پہنچتی ہے اور وہ اس میں اپنی حق تلفی محسوس کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں بھائیوں کے درمیان فاصلے بڑھنے لگتے ہیں اور بات پہلے اختلاف، پھر نفرت اور کبھی مقدمہ بازی اور خون بہانے تک پہنچ جاتی ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ جس وقت بچے والد کے کاروبار میں شریک ہوں تو ان کی شرکت طے ہونی چاہیے، کیا وہ پاٹنر ہیں، محض معاون ہیں یا ملازم۔ ابتدا میں معاملے کو واضح نہیں کیا جاتا، حصے اور تنخواہ کی بات کو غیرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے، ہر شخص اپنی خواہش یا ضرورت کے مطابق کاروبار کی آمدنی استعمال کرتا رہتا ہے، اس طرح کے کاروبار کا انجام عموماً رنجش اور نفرت کا سبب بنتا ہے، خاص کر جب تقسیم کا مرحلہ آتا ہے تو ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ دوسرے نے کاروبار سے زیادہ فائدہ اُٹھایا ہے۔ اندر ہی اندر ان رنجشوں کا لاوا پکتا رہتا ہے اور بالآخر جب رنجشیں بدگمانیوں کے ساتھ مل کر پہاڑ بن جاتی ہیں تو یہ آتش فشاں پھٹ پڑتا ہے۔ محبت و اتفاق کے سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ بسا اوقات اختلاف کو ختم کرنے کے لیے افہام و تفہیم کی بھی کوشش کی جائے تو بھی مصالحت کا کوئی ایسا فارمولا وضع کرنا بھی انتہائی دشوار ہو جاتا ہے، جو تمام متعلّقہ فریقوں کے لیے قابلِ قبول ہو۔

معاملہ کے وقت وضاحت طلب پہلو

یہ سارا فتنہ و فساد اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ کاروبار کے آغاز میں معاملہ صاف اور واضح نہیں رکھا تھا۔ اگر شروع ہی میں یہ بات واضح کی جائے کہ کس کی کیا حیثیت ہے؟ آیا وہ ملازمت کے طور پر کام کر رہا ہے یا شرکت اور تعاون کے طور پر؟ تو بعد میں پیش آنے والی پیچیدگیوں اور جھگڑوں کا سدِّباب ہو جائے، لہٰذا اگر کسی کاروبار میں ایک سے زیادہ افراد کام کر رہے ہیں تو پہلے ہی مرحلے میں ان میں سے ہر شخص کی حیثیت کا تعین ضروری ہے کہ وہ تنخواہ پر کام کرے گا یا کاروبار میں باقاعدہ حصہ دار ہو گا یا محض اپنے والد کی معاونت کرے گا؟

پہلی صورت میں اس کی تنخواہ متعیّن ہونی چاہیے، نیز یہ وضاحت بھی کر لی جائے کہ ”وہ کاروبار کا حصہ دار نہیں ہو گا۔ دوسری صورت میں اگر اسے ملکیت میں باقاعدہ حصہ دار بنانا ہے تو اس کے لیے شرعاً یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی طرف سے کاروبار میں کچھ سرمایہ شامل ہونا چاہیے (جس کی صورت یہ بھی

ہو سکتی ہے کہ باپ اسے کچھ نقد رقم ہبہ کردے اور وہ اس رقم سے کاروبار کا فیصد کے اعتبار سے ایک متعین حصہ خرید لے اور فیصد کے اعتبار سے نفع کی تعیین بھی کر لے۔“

یہ تمام تفصیلات معاہدے کی شکل میں تحریر کرنے چاہییں، تاکہ بعد میں کوئی اُلجھن پیدا نہ ہو۔ اگر کسی ایک حصہ دار کو کاروبار میں وقت اور کام زیادہ کرنا پڑتا ہو تو یہ بات بھی طے کر لینی چاہیے کہ زیادہ کام وہ رضاکارانہ طور پر کرے گا؟ یا اس کا کوئی معاوضہ اسے دیا جائے گا، اگر کوئی معاوضہ دیا جائے گا تو وہ نفع کے فیصد حصے میں اضافہ کرکے دیا جائے گا یا الگ سے متعیّن تنخواہ کی صورت میں ہوگا؟ غرض ہر فریق کے تمام امور وحقوق اتنے واضح ہوں کہ ان میں کوئی ابہام واشتباہ باقی نہ رہے۔

معاملات کی صفائی کو محبت، اتفاق اور غیرت کے خلاف سمجھنا دھوکا ہے

اگر بالفرض کسی کاروبار میں اب تک ان باتوں پر عمل نہ کیا گیا ہو تو جتنی جلدی ہو سکے ان امور کو واضح طور پر طے کر لیا جائے۔ اس میں کسی شرم، مروّت اور طعن وتشنیع کو آڑے نہ آنے دینا چاہیے۔ معاملات کے متعلّق اس صفائی اور وضاحت کو محبت، اخوت، احترام اور اتحاد واتفاق کے خلاف سمجھنا بہت بڑا دھوکہ ہے، ورنہ آگے چل کر یہ محبت واتحاد عداوت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

کاروبار میں شریک اولاد باپ کی زیرِ کفالت ہو

تاہم! اگر معاملے کو ابتدا میں ویسے ہی چھوڑ دیا تھا، کسی چیز کی وضاحت نہیں ہوئی تھی تو اس پس منظر میں پہلے مسئلہ یہ ہے کہ اگر والد نے اپنے سرمائے سے کاروبار شروع کیا، بعد میں اس کے لڑکوں میں سے بعض والد کی خواہش پر کاروبار میں شریک ہو گئے، مگر انھوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا اور والد نے بھی ایسے لڑکوں کی کوئی حیثیت متعیّن نہ کی ہو تو اگر یہ لڑکے والد کے زیرِ کفالت ہوں تو اس صورت میں لڑکے والد کے معاون شمار کیے جائیں گے اور ان کی طرف سے یہ عمل تبرّع شمار کیا جائے گا۔ ان کی حیثیت پارٹنر یا ملازم کی نہیں ہوگی، ہمارے ہاں عرف بھی یہی ہے کہ اس طرح کاروبار کی کل آمدنی باپ کی ملکیت شمار ہوتی ہے اور اولاد محض معاون ومددگار ہوتے ہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں کاروبار کی کل آمدنی باپ کی ملکیت ہوگی اور اس کے انتقال کے بعد معاونت کرنے والے لڑکوں کو الگ سے کچھ نہیں ملے گا، بلکہ دوسرے بیٹوں کے ساتھ ان کو میراث میں مساوی طور پر حصہ ملے گا (یعنی سب لڑکوں کو برابر حصہ ملے گا)

بزنس میں شریک بعض بیٹے زیرِ کفالت نہ ہوں

اگر بیٹے باپ کی کفالت میں نہ ہوں یعنی باپ ان کی جملہ ضروریات کے اخراجات برداشت نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں اگر متعیّن اُجرت سے کام کرنا طے ہوا ہو تو لڑکے اسی اُجرت کے حق دار ہوں گے، تاہم! اگر اس صورت میں اُجرت طے نہ ہوئی ہو تو جہالت کی وجہ سے یہ اجارہ فاسدہ ہوگا، جس کا حکم یہ ہے کہ کُل سرمایہ بمع نفع باپ کا ہوگا اور بیٹے اُجرتِ مثل کے مستحق ہوں گے، خیال رہے کہ ان دو صورتوں میں اولاد کی حیثیت ملازم کی ہوگی اور اگر اُجرت کے متعلّق بالکل بھی وضاحت نہ ہوئی ہو تو ایسے میں بیٹوں کا یہ عمل تبرّع اور احسان کے زمرے میں آئے گا اور وہ اُجرت کے حق دار نہیں ہوں گے، کیوں کہ اُجرت کا استحقاق عقدِ اجارہ سے ثابت ہوتا ہے، جبکہ یہاں کوئی عقد نہیں ہوا ہے، لہٰذا اس صورت میں بیٹوں کی حیثیت محض معاون اور متبرّع کی ہوگی اور کُل مال باپ کی ملکیت شمار ہوگی۔

اولاد نے مشترکہ کاروبار میں کچھ سرمایہ بھی لگایا ہو

اگر یہی صورت ہو، لیکن بیٹوں نے کاروبار میں شریک ہوتے وقت اپنا کچھ سرمایہ بھی والد کی اجازت سے کاروبار میں لگایا ہو تو اس صورت میں اگر شرکت کی غرض سے سرمایہ لگایا گیا ہو تو بیٹوں کی حیثیت شریک اور پارٹنر کی ہوگی اور بیٹے اپنے سرمایہ کے تناسب سے کاروبار اور اس کے منافع میں شریک ہوں گے۔ اگر سرمایہ قرض کہہ کر دیا ہے تو قرض شمار ہوگا۔ البتہ اگر زبانی طور پر شرکت یا قرض وغیرہ کی کوئی صراحت نہیں، مگر لڑکے کا مقصود سرمایہ لگانے سے والد کی اعانت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک ہے تو پھر یہ اس کی طرف سے تبرّع ہے، کُل کاروبار والد کا شمار ہوگا۔

تاہم! اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں ہے، یعنی نہ کوئی صراحت ہے اور نہ ہی مقصدِ اعانت ہے تو پھر حسبِ عرف فیصلہ کیا جائے گا۔

مشترک فیملی میں بعض بھائیوں نے کسبِ معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے اور بعض نے والد کا ہاتھ بٹایا

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک بھائی یا کچھ بھائیوں نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹایا ہے، جبکہ دوسرے دیگر بھائیوں نے کسبِ معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کیے ہیں اور آپس میں ابھی تک تقسیم نہیں ہوئی ہے، اس صورت میں اگر سب کا کھانا پینا ایک ساتھ ہو اور تمام بھائی کمائی والد کے پاس جمع کرتے ہوں تو کُل مال باپ کی ملکیت شمار ہوگا۔ والد کے انتقال کے بعد تمام لڑکے اس مال کے حق دار ہوں گے۔

(یہاں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر بیٹے باپ کے عیال میں ہیں اور آپس میں تقسیم نہیں ہوئی ہے تو خواہ سب ایک ہی کاروبار میں مشغول ہوں یا مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہوں، یعنی ایک کا کاروبار دوسرے کے کاروبار سے مختلف ہو، مثلاً: ایک سبزی کے کاروبار میں لگا ہو اور دوسرا مارکیٹ میں فرنیچر کے کاروبار میں مشغول ہو، بہر صورت تمام مال کا مالک باپ ہوگا، اس لیے کہ ہمارے عرف میں سب بھائیوں کو ایک مشترک فیملی کا فرد سمجھا جاتا ہے، ان کو علیحدہ تصوّر نہیں کیا جاتا۔ رہیں فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی وہ عبارتیں جن میں لڑکے کے معاون ہونے کے لیے اتحادِ صنعت کی صراحت ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ بظاہر اتحادِ صنعت کی وضاحت فقہائے کرام نے اپنے زمانے کے عرف کے اعتبار سے کی ہیں، لہٰذا وہ اپنے زمانے کے عرف پر مبنی ہیں۔

آج کل صورتِ حال یہ ہے کہ بعض اوقات اولاد کو دوسرے ذریعۂ معاش اختیار کرنے کا مشورہ باپ دیتا ہے، اس سلسلے میں وہ اپنا مالی تعاون بھی کرتا ہے اور اپنے اثر ورسوخ کا استعمال بھی، اس کے نفع ونقصان کی فکر بھی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میرے مختلف بیٹے مختلف ذرائع سے میرے معاون ہیں، بلکہ بسا اوقات معاشی پریشانی کی وجہ سے باپ اپنے بعض لڑکوں کو دوسرے ملک بھیجتا ہے اور اس کے لیے لمبا چوڑا خرچہ برداشت کرتا ہے، اس کی ذمّہ داری قبول کر لیتا ہے، کھانا سب مشترک ہی رہتا ہے، ایسی صورت میں لڑکوں کی دوسرے ممالک کی کمائی پوری باپ کی ملک ہوگی، ایسے لڑکے باپ کے معاون شمار ہوں گے، وہ اپنی کمائی کے تنہا مالک نہ ہوں گے، البتہ اس صورت میں اگر کوئی لڑکا اپنا کھانا پینا الگ کر دے اور باقاعدہ الگ ہونے کا والد سے اظہار کر دے تو اس کے بعد وہ الگ شمار ہوگا اور اپنی کمائی کا وہ خود مالک ہوگا۔ لہٰذا آج کل کے عرف میں لڑکے کے معاون ہونے کے لیے اتحادِ صنعت کی شرط قابلِ نظر ہے۔)

الگ ذریعۂ معاش اختیار کرنے والوں کی کمائی کا حکم

اگر الگ ذریعۂ معاش اختیار کرنے والے بھائیوں کا رہنا سہنا اور کھانا پینا الگ ہو اور انھوں نے اپنا سرمایہ علاحدہ جمع کر رکھا ہو تو پھر وہ کمائی ان کی ذاتی ملکیت ہوگی، دوسرے بھائی اس میں شریک نہ ہوں گے۔

کاروبار ختم ہونے کے بعد اولاد میں سے کسی نے اپنے سرمایہ سے دوبارہ کاروبار شروع کیا

اس سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہو گیا، لیکن کاروبار کی جگہ خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا، اس صورت میں جس لڑکے نے سرمایہ لگا کر کاروبار شروع کیا ہے، یہ کاروبار اسی کی ملکیت شمار ہوگی، والد اور دیگر بھائیوں کی ملکیت شمار نہیں ہوگی۔ البتہ وہ مملوکہ جگہ والد کی ہوگی یا اگر دوکان کرایہ پر تھی اور اس سلسلے میں کچھ رقم پیشگی والد کو ادا کر دی تھی تو وہ رقم بھی والد کی ملکیت شمار ہوگی اور تمام بھائی والد کے بعد اس میں شریک ہوں گے۔

تحفظِ ختمِ نبوت

حافظ محمد احمد

اللہ ربُّ العزّت کا احسان عظیم ہے، جس نے ہمیں انسان بنایا، تمام مخلوقات میں سے افضل یعنی اشرف المخلوقات بنایا اور اپنے بندوں پر بے حد و حساب انعامات واحسانات فرمائے ہیں، ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ربُّ العالمین نے انسان کی اصلاح کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا اور انبیائے کرام علیہم السلام کا یہ مبارک و مقدّس سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرماکر خاتم النبیّین سیّد المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم فرمایا اور دنیا کے ہر کونے اور زمین کے ہر خطے میں کلمہ توحید کی گونج پیدا کردی۔

نبوّت و رسالت کے اس مقدّس سلسلے کی آخری کڑی اور عمارت نبوّت کی آخری اینٹ سیّد المرسلین خاتم النبیّین محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک، پاکیزہ اور برگزیدہ ہستی ہے۔

نبی اکرم ﷺ سے قبل انبیائے کرام علیہم السلام کسی خاص علاقوں، قبیلوں اور قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے، لیکن آپ ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی طرف نبی بناکر بھیجا گیا۔ اللہ ربُّ العزّت نے آپ ﷺ کے ذریعے وہ آخری اور مکمل تعلیم وہدایت بھیج دیں، جو تا قیامت آنے والے تمام انسانوں کے لیے کافی ہیں۔

اللہ ربُّ العزّت نے قرآنِ مقدّس میں آپ ﷺ کے خاتم النبیّین ہونے کا واضح اعلان فرما دیا: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیا کے آخر میں (سلسلۂ نبوّت ختم کرنے والے) ہیں اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ (الاحزاب:40)

اللہ ربُّ العزّت نے یہ اعلان فرماکر رہتی دنیا تک آنے والے تمام انسانوں کو یہ بتادیا کہ اب کوئی نیا دین نہیں آئے گا، نبوت کا سلسلہ مکمل ہوچکا ہے، اب کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی، دینِ محمدی ﷺ قیامت تک باقی رہے گا اور یہی دین اخروی نجات کا ضامن ہوگا۔

قرآنِ مقدّس کی ایک اور آیت آپ ﷺ کی ختمِ نبوّت کی واضح دلیل دیتی ہے۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا، تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کرلیا۔ (المائدہ:3)

یہ بات یقین بلکہ عین الیقین اور حق الیقین کی حد تک ثابت ہوگی کہ دین مکمل ہوگیا اب نجات کا ایک ہی در ہے، ایک ہی مرکز ہے اور ایک اسوہ پہ چل کر اخروی نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا ہو اور اس میں ہر طرح کا حسن وخوب صورتی پیدا کی ہو، لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹ گئی ہو، اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم پھر کر دیکھتے ہیں اور حیرت زدہ رہ جاتے ہیں، لیکن یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیّین (ﷺ) ہوں۔ (صحیح بخاری)

قرآنِ مقدّس کی بیشتر آیات اور احادیثِ مبارکہ میں ختمِ نبوّت کا ذکر مکمل وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ خاتم النبیّین سیّد المرسلین حضرت محمد ﷺ پوری انسانیت کے لیے ابدی صحیفۂ ہدایت لے کر تشریف لائے، ایک ایسا صحیفۂ ہدایت جس میں دنیا کی بھلائی بھی ہے اور آخرت کی نجات بھی اسی میں ہے۔ ہر مسلمان جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ ایک ہے، اسے اس بات کی بھی گواہی دینی ہوگی کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قرآنِ کریم آخری آسمانی کتاب اور امتِ محمدیہ (ﷺ) آخری امت ہے۔ اسے اس عقیدے پر ایمان رکھنا ہوگا، کیوں کہ عقیدہ ختمِ نبوّت اسلام کی بنیادی اساس ہے، جو شخص ختمِ نبوّت پر ایمان نہیں رکھتا، وہ کافر، دجّال اور کذّاب ہے اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ختمِ نبوّت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ امامِ اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص کسی جھوٹے مدّعیٔ نبوّت (نبوت کا دعویٰ کرنے والا) سے دلیل طلب کرے، وہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ کیوں کہ دلیل طلب کرکے اس نے اجرائے نبوّت (نبوت جاری ہے) کے امکان کا عقیدہ رکھا اور یہی کفر ہے۔

جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کا فتنہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی شروع ہوگیا تھا۔ مسیلمہ کذّاب نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانا شروع کردیا تو یارِ غار سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذّاب کے خلاف جنگ لڑی اور باطل کا قلع قمع کیا۔ اسی طرح جب جب جھوٹے مدّعیانِ نبوّت نے سر اٹھایا تو امتِ محمدی کے عظیم مجاہدوں نے پہلوں میں پہل کرنے والے صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی سنّت پر عمل کرتے ہوئے باطل کو شکست بھی دی اور ختمِ نبوّت کا تحفظ بھی کیا۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور قادیانیت نے جڑ پکڑی تو قادیانیت کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے امتِ مسلمہ کے غیور مجاہدین نے بھرپور جہاد کیا اور اس فتنہ کو ختم کیا اور 7 ستمبر 1974 کو قومی اسمبلی میں تحفّظ ختمِ نبوّت کا بل پاس کراتے ہوئے قادیانیوں کو قانونی طور پر خارج از اسلام قرار دیا۔

آج بھی سامراجی قوّتیں مسلمانوں میں انتشار اور فتنہ ڈالنے کی کوششوں میں لگی ہوئی ہیں۔ قادیانیت انہی باطل قوّتوں کی ایک سازش تھی اور یہ سازشیں آج بھی جاری ہیں، ان سازشوں سے بچنے کے لیے ہمیں جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کرنا ہوگا۔ بچوں کو عقیدۂ ختمِ نبوّت کی مکمل تعلیم دے کر اور اپنی اور ان کی زندگیوں کو قرآن وسنّت کے مطابق ڈھال کر ہم ان فتنوں سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ عقیدۂ ختمِ نبوّت کو گھر کے ہر فرد کو سکھا اور سمجھا کر ہم سامراجی قوّتوں کو شکست دے سکتے ہیں اور تحفظ ختمِ نبوّت کر سکتے ہیں، کیوں کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا تحفّظ ہر مسلمان کی اولین ذمہ داری اور اس کے ایمان کا تقاضا ہے۔ تاجدارِ ختمِ نبوّت زندہ باد!!

ہمارے غم کہ تمہارے غم

بنتِ مسعود احمد

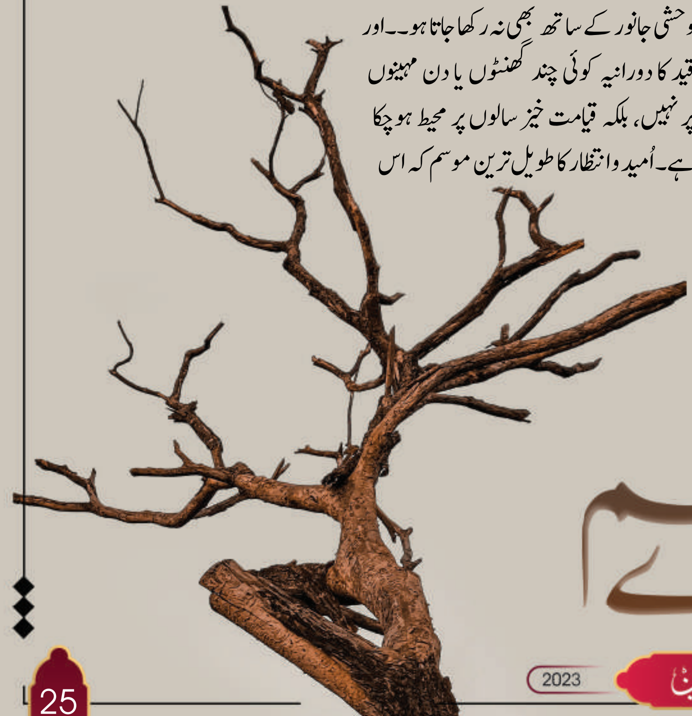

"ساری مصیبتیں غم اور پریشانیاں معلوم ہوتا ہے میرے ہی لیے لکھیں ہیں۔" اس نے تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے خود کلامی کی اور منہ بسور کر رو دی۔ آج صبح سے ہی اس کی طبیعت کچھ عجیب سی ہو رہی تھی، جسم دکھ رہا تھا اور بستر سے اٹھنے کا دل ہی نہیں کر رہا تھا، جیسے تیسے اُٹھ کر ناشتہ بنایا کچن سمیٹ کر گھر کے کام نمٹائے، ابھی وہ دوپہر میں کچھ دیر لیٹنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اس کی نند صائمہ کا فون آگیا کہ بھابھی میں ایک ہفتے کے لیے رُکنے آ رہی ہوں اور میرے ساتھ رائمہ بھی آ رہی ہے۔ یعنی کہ پورا ہفتہ صرف کام کام اور کام میں گزر جائے گا، یہی سوچ کر اسے ہول اٹھ رہے تھے۔

یہ بورڈ والے تو میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں۔ میرا پاس ہونا ایک مسئلہ بنا دیا ہے، پچھلے سال انگلش کی سپلی لگا کر بھیج دی اور اب پھر سے فیل کر دیا۔ جیسے ہمارے پاس کوئی قارون کا خزانہ دفن ہے کہ امتحانی فیسیں بھرتے جائیں گے۔ ماہم کا چہرہ غم و غصے کی شدّت سے لال ہوا جا رہا تھا۔

"اری! بورڈ والوں کا دماغ خراب ہے جو ایک تم سے دشمنی پالیں گے؟ جو محنت کرتا ہے وہ ناممکن ہے کہ فیل ہو جائے، ہر وقت موبائل میں وقت برباد کرتی رہی ہو، اب چھوڑو یہ فضول کا رونا دھونا، کب تک غم مناؤ گی اور کون سا تمہیں آگے پڑھنا ہے، گھرداری سیکھنے کی فکر کرو۔" اماں بغیر کسی لگی لپٹی کے اسے آئینہ دِکھا گئیں۔

"پاس تو ہو جاؤں پہلے، ابھی کوئی گھرداری نہیں کرنی۔" وہ ان کی بات سُن کر تلخی سے بولی۔

"پڑھنے والی ہوتیں تو دو سال سے فیل نہیں ہو رہی ہوتیں اور تمہیں کہیں ماسٹرنی نہیں لگنا آگے جا کر گھر ہی سنبھالنا ہے۔" اماں کو بھی تاؤ آگیا۔

"ہماری تو قسمت ہی خراب ہے۔" وہ بدتمیزی سے جواب دیتی کمرے سے نکل گئی۔

"اففوہ۔۔۔ میچنگ دوپٹہ مل کر ہی نہیں دے رہا۔" وہ پونے گھنٹے سے ہر دکان پر ماری ماری پھر رہی تھی، اس کی قمیص کے ساتھ کوئی دوپٹہ بھی میل نہیں کھا رہا تھا۔

"عینی بس بھی کرو، چھوڑو اس شرٹ کو کل کے لیے کوئی اور ریڈی میڈ سوٹ دیکھ لو۔" فرح بیگم مسلسل چل چل کر تھک چکی تو بےزار ہو کر بیٹی کو مشورہ دیا۔

"امی پلیز! ذرا سا ایک دو دکانیں اور دیکھنے دیں، یہ شرٹ مجھے بہت پسند ہے۔" وہ رونی صورت بنا کر بولی۔ مگر کئی اور دکانیں دیکھنے کے باوجود بھی میچنگ دوپٹہ نہ ملا تو عینی کے آنسو نکل آئے۔

"اتنی دیر خواری کی پھر بھی ایک دوپٹہ نہ مل سکا۔"

"آہ۔۔۔ لیومی۔۔۔" ملیحہ اس اچانک افتاد پر زور سے چلائی۔

مقابل کھڑے دو لڑکے اس کے ہی کلاس میٹ تھے۔ ہیری اور ولیم۔۔۔ اس کو سراسیمہ دیکھ کر دونوں کے چہروں پر بڑی مکروہ مسکراہٹ در آئی۔ ڈونٹ ٹچ مائی اسکارف۔۔۔ اس نے انگلی اٹھا کر غصیلے لہجے میں انھیں وارننگ دی۔

"وائی یو ویئرنگ دِس؟ اٹس سوفنی۔!" ولیم اس کا مذاق اڑاتے ہوئے دوبارہ سے اس کا اسکارف کھینچنے کی کوشش میں آگے بڑھا۔

اس اسکول میں مسلمان لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھا جاتا تھا اور اکثر گورے ایسا ہی تضحیک کیا کرتے۔ ملیحہ کے لیے یہ سب بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ اس ماحول کی عادی نہ تھی۔ بےباک اور آزاد ماحول، مگر یہاں پڑھنا اس کی مجبوری تھی۔ وہ موقع پاتے ہی تیزی سے دوسری طرف کو بھاگ گئی، جہاں لڑکے لڑکیوں کا ہجوم تھا، سب ہنس بول رہے تھے، ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹھٹھے لگا رہے تھے، وہ ایک واحد تھی جو ضبط کے باوجود بھی آنسو کو بہنے سے نہیں روک پا رہی تھی۔

ہاتھ میں تھامی کتاب کو مضبوطی سے تھامے وہ ان درندوں کے ساتھ گھسٹتی چلی جا رہی تھی اور مسلسل رو رہی تھی۔

"چھوڑ دو مجھے۔۔۔ میرا جرم کیا ہے؟ میں نے کیا کیا؟" رندھی ہوئی آواز میں وہ اپنا جرم پوچھ رہی تھی، مگر وہ اس کی کوئی بھی بات سنے بنا جارحانہ انداز میں اسے لیے کھینچے جا رہے تھے۔

"وائی یور یڈ دِس ہئیر؟" اس کا بازو بےدردی سے دبوچے ایک وحشی چلّایا۔

اس کی بات سُن کر اس کے دل کو قرار سا آیا، اس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا، اب وہ بڑی آسانی سے اسے گھسیٹ سکتے تھے، کوئی اکڑ کوئی احتجاج نہیں۔ اس کی عبادت کو وہ جرم کہہ رہے تھے، وہ تو مقدّس مسجد کے احاطے میں بیٹھی اللہ کی آخری کتاب کی تلاوت کر رہی تھی۔

"اگر یہ جرم ہے تو سو بار لاکھوں بار بار بار کروں گی۔" اس کی بات سمجھ کر گن کا بٹ اس کے نازک چہرے پر پوری قوّت سے مار گیا، مگر وہ سہہ گئی۔

"اللہ!" اس کے حلق سے درد میں ڈوبی فلک شگاف چیخ نکلتے ہی آنکھوں سے دو موتی تڑپ کر استخوانی گالوں پر پھسل آئے۔

"یہ سب کیا ہے؟؟ کیوں ہے ایسا؟۔۔۔ اللہ۔۔۔!" وہ ہر بار کی طرح اس بار بھی اذیت سہتے سہتے رو پڑی اور بھلا وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ اس کی بےبسی پر رونے والا سوائے اس کے کیا کوئی نہیں بچا؟؟ قید کی صعوبتیں۔۔۔ تنہائی کی وحشتیں اور اذیتوں کے نئے باب ہر دم اس کا امتحان لینے کے درپے رہتے۔ وہ قید میں جکڑی تھی، پر اس کی سوچ تو آزاد تھی جو کبھی اسے دور، بہت بہت دور اس وحشت کدے سے اپنوں کے بیچ لے اُڑتی۔۔۔ ماں۔۔۔ اسے ماں کی بےتحاشہ یاد آنے لگتی تو کبھی اپنی اولاد کو یاد کر کے وہ سِسک کر رہ جاتی۔ وہ درندوں کی قید میں جب جب جھنجھوڑی جاتی تو اپنے بکھرے وجود کو سمیٹنے کی تگ و دو میں اپنے حواس کھونے لگتی۔۔۔ وہ ایک کمزور عورت ہے؟ نہیں! بلکہ وہ تو ایک انتہائی مضبوط عورت ہے، جو اندھیری کوٹھڑی میں بھی ایک ذات کے سہارے ہے، بڑے حوصلہ سے سب سہہ رہی تھی۔ وہ صبر کی پیکر۔۔۔ کہ قید تو جانوروں پر بھی بھاری ہوتی ہے، وہ تو پھر انسان تھی، مگر جو سلوک اس کے ساتھ روا رکھا جاتا شاید کسی وحشی جانور کے ساتھ بھی نہ رکھا جاتا ہو۔۔۔ اور قید کا دورانیہ کوئی چند گھنٹوں یا دن مہینوں پر نہیں، بلکہ قیامت خیز سالوں پر محیط ہو چکا ہے۔ اُمید و انتظار کا طویل ترین موسم کہ اس

چل چل کر حالت پتلی ہو گئی تھی۔ تھکن سے بُرا حال تھا، مگر مطلوبہ دوکان ابھی تک دکھائی نہیں دی تھی۔

"ضرور مٹھائی ہی لینی ہے! کوئی اور چیز لے لیتے ہیں۔" صاحب جی (شوہر صاحب) نے کہا۔

"نہیں جی! ہم تو میٹھا ہی لے کے جائیں گے۔" ہم اَڑ گئے۔ کچھ دیر قبل ہی ہم لاہور پہنچے تھے اور اس وقت بلند و بالا پلازوں کے درمیان مٹھائی کی دوکان تلاش کر رہے تھے۔ اس وقت ہم لوگ دبئی چوک پہ تھے اور پھر ایک سویٹس کی دوکان دکھائی دی۔

"وہ دیکھیے جی! مٹھائی کی دکان!"

"ذرا دیکھنے دو، ہے کن کی؟" وہ بولے۔

"اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْن کا بورڈ لگا ہے اس پہ۔" ہم دونوں کی ہی آنکھوں میں چمک آ گئی اور سیدھے اسی دوکان میں گھس گئے، کچھ دیر بعد صاحب جی وہاں موجود سیلز مین کو کیک کا آرڈر دے رہے تھے۔ اِدھر تھکن کے مارے مجھ سے کھڑا ہی نہ ہوا جا رہا تھا۔ ایک تو سفر کی تھکن، دوسرے دوکان کی تلاش میں چل چل کر تھکن مزید پتلی ہو گئی تھی، جیسے ہی اس شخص نے کیک کا ڈبہ اپنی دوکان کے مخصوص بیگ میں ڈالا، صاحب جی نے وہ بیگ اٹھایا اور ہم دونوں وہاں سے نکل آئے۔

کچھ دیر بعد ہم اپنے میزبانوں کے گھر میں پہنچ چکے تھے۔ علیک سلیک کے بعد کیک والا وہ بیگ ان کو پیش کیا۔ کھانے کے بعد جب اس بیگ میں سے کیک کا ڈبہ نکالا گیا تو ہم سب دھک سے رہ گئے۔ کیک کے ڈبے پہ شیزان لکھا تھا۔

یاد رکھیے! شیزان کمپنی بدستور قادیانیوں کے پاس ہی ہے اور عرصہ دراز سے غیور مسلمانوں کی جانب سے اس کی نشان دہی کی وجہ سے فروخت کم ہونے کے بعد ان عیاروں نے اب یہ چال چلی ہے کہ اپنی مصنوعات والی دوکانوں پہ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْن کا بورڈ لگا دیتے ہیں، یہ تو معلوم نہیں کہ بورڈ شیزان کمپنی لگاتی ہے یا دوکان کا مالک لگاتا ہے، مگر دونوں جھوٹے ہیں، دونوں مکّار ہیں،

پھر اس کیک کے ڈبے پہ چڑھایا گیا جھوٹ بھی سفید تھا، یعنی سفید رنگ کا بیگ تھا، تا کہ اس کے اندر موجود ڈبے پر شیزان لکھا نظر نہ آئے اور گاہک ایک بار تو دھوکا کھا لے اور بس چلتا بنے، پھر خریدا ہوا مال کون واپس لے گا!

پاکستانی آئین کی رو سے قادیانی پاکستان میں خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے، اپنی عبادت گاہ پہ مینار نہیں بنا سکتے، اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہیں کہہ سکتے، اسلام کے کسی رکن کی تعلیم نہیں دے سکتے، اذان نہیں دے سکتے تو پھر بھلا قادیانی اپنی کسی دوکان پہ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْن (حدیثِ مبارکہ) کیسے لکھ سکتے ہیں؟؟ اور اگر بالفرض یہ دوکان قادیانیوں کی نہیں ہے تو پھر قادیانی مصنوعات اس میں کیوں فروخت کی جا رہی ہیں؟ اور قادیانی مصنوعات بیچنے والی دوکان پہ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْن لکھنے کی جرأت کیوں کر کی گئی؟

حدیثِ مبارکہ لکھنا نہ صرف اسلام کی تبلیغ اور قادیانی ہونے کے ناتے جرم ہے، بلکہ مسلمانوں کو دیا جانے والا ایک ناقابلِ معافی دھوکا ہے، جو بذاتِ خود ایک جرم ہے، اس دھوکے کو جا بجا کھولنا چاہیے اور لوگوں کو حقیقت بتانا چاہیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ صرف خود محمد رسول اللہ ﷺ ہونے کا دعویٰ کیا ہے، بلکہ اپنے ساتھیوں کو محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب بھی قرار دیا ہے، چناں چہ مرزا غلام احمد قادیانی خود لکھتا ہے کہ "اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ (ﷺ) میں تفریق کرتا ہے، اس نے مجھے نہیں دیکھا اور نہ پہچانا ہے۔"

(خطبہ الہامیہ ص 171، مندرجہ روحانی خزائن، جلد: 16 ص 259)

مزید ایک مقام پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ "پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا، درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا"

(خطبہ الہامیہ ص 171، مندرجہ روحانی خزائن، جلد: 16 ص 258)

قادیانیوں کے نزدیک آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی خود محمد رسول اللہ ﷺ ہے، کیوں کہ مرزا قادیانی خود محمد رسول اللہ ﷺ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے، مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ ہی اس سے مہرِ ختمیت ٹوٹتی ہے، کیوں کہ میں بار بار بتلا چکا ہوں، میں بموجب آیت: وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ "وہی خاتم الانبیا ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہینِ احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آن حضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے، پس اس طور سے آن حضرت ﷺ کے خاتم الانبیا ہونے میں میری نبوّت سے کوئی تزلزل نہیں آیا، کیوں کہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چوں کہ میں ظلّی طور پر محمد ﷺ ہوں، پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی، کیوں کہ محمد ﷺ کی نبوّت محمد ہی تک محدود رہی، یعنی بہر حال محمد ﷺ ہی نبی رہے، نہ اور کوئی، یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آں حضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالاتِ محمّدی مع نبوّتِ محمدیہ کے، میرے آئینہ ظلّیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا، جس نے علیحدہ طور پر نبوّت کا دعویٰ کیا۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص: 8، مندرجہ روحانی خزائن جلد: 18 ص: 212)

مرزا غلام قادیانی کا یہ دجل یہاں اس لیے نقل کیا گیا کہ بہت سے سمجھ دار مسلمان بھی قادیانیوں کی اس دلیل سے ناواقف ہیں، یہ دلیل وہ ان سادہ لوح مسلمانوں کو دیتے ہیں، جن کو وہ قادیانی بنانا چاہتے ہیں۔

جو بھی ان مکّاروں کی دوکان پہ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْن لکھا دیکھے گا، وہ اس جانب یہ سمجھ کر لپکے گا کہ مسلمان کی دوکان ہے، مگر دور سے آیا تھکا ماندہ یا جلدی میں کھڑا گاہک نہیں جانتا کہ اس گلاب کی تصویر میں گندگی لپیٹ کر اسے دی جا رہی ہے۔ لہٰذا اوّل تو چوکنے رہیں، ایسے کسی بھی بورڈ سے دھوکا نہ کھائیں، ہو سکتا ہے اوپر پھول رکھ کر ان کے نیچے کانٹے چھپا کر فروخت کیے جا رہے ہوں، دوم اس بات کو جتنا ہو سکے پھیلائیں، ہر مسلمان اس کو آگے پہنچائے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے مجرموں پہ مقدمہ چلنا چاہیے۔ اللہ ہم سب کو دورِ حاضر کے اس خطرناک ترین فتنے کو سمجھنے اور اس کے خلاف آواز اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!!

انتظار میں نا جانے کتنی بہاریں خزاں رسیدی کی نظر ہو گئیں اور وہ خود طاغوتی سرکش آندھیوں کی زد میں ایک کم زور و نحیف مدھم دیے کی مانند ہے، جسے ایک ذات نے اپنی حفاظت میں لے رکھا کہ دنیا کے سارے ہی رشتے تو اس سے کٹ ہی چکے ہیں۔۔۔ بس ایک ہمیشہ سے جڑا رشتہ ہی تو قائم و دائم ہے، جو اس کے وجود کو سنبھالے ہوئے ہے، وہ عہد۔۔۔ وہ رشتہ۔۔۔ الست بربکم۔۔۔ قالو بلیٰ۔۔۔ میں قریب ہی ہوں میری بندی۔۔۔ تیرے صبر کا ساتھی۔۔۔ تیری اذیتوں کا شاہد۔۔۔ دشمنوں کی رسّی ڈھیلی ضرور ہے، پر ہاتھ میں میرے ہی ہے۔۔۔ اطمینان رکھ۔۔۔ اے صدیقہ۔۔۔! تیرے دشمن کہیں امان نہ پائیں گے اور بے یار و مددگار جہنم کی تپش سے پگھلتے جائیں گے۔

وہ صبر والی ہے، وہ استقامت والی ہے۔۔۔ وہ اللہ کی خاص رحمت میں لپٹی وہ گڑیا ہے، جس کے بخت میں دنیا کی جان لیوا اذیتیں لکھیں ہیں، وہ آخرت میں اپنے صبر کا ایسا اجر ضرور پا کر رہے گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔

ان شاء اللہ!!

اڑان

عصمت اسامہ

"ارے دادی، جلدی سے کچھ دیں، بہت بھوک لگی ہے۔" شایان نے اسکول بیگ صوفے پر گرایا اور یونیفارم چینج کرنے کے لیے روم میں چلا گیا۔ دادی نے آیا کو آواز دی کہ جلدی سے کھانا لگا دے۔ تھوڑی دیر میں دادی اور شایان ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ضحیٰ گھر میں داخل ہوئی۔

"سلام دادی جان! میں بس ابھی آئی۔" تھوڑی دیر میں وہ بھی پلیٹ میں کھانا نکال رہی تھی۔ "ارے واہ! سالن بہت مزے کا ہے۔" ضحیٰ نے کہا۔ "لو رائتہ بھی ساتھ لو!" دادی جان نے باؤل آگے کیا۔

ضحیٰ نے جلدی جلدی نوالے توڑتے ہوئے کہا: "دادی جان! مجھے آپ سے ایک آئیڈیا چاہیے، کالج میں "نظریۂ پاکستان" کے حوالے سے ایک تقریب ہونی ہے اور ہماری کلاس نے اس کے لیے ٹیبلو تیار کرنا ہے، اس کے لیے آئیڈیا دیں۔"

"ہمم! سوچتے ہیں کچھ، فی الحال کھانا ختم کر کے نماز پڑھ لو دونوں۔" دادی نے اپنی پلیٹ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"او کے!" ضحیٰ نے سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر میں ان کے بابا بھی آفس سے آ گئے اور ماما بھی، اب آیا دوبارہ برتن سجا رہی تھی۔

ظہر پڑھ کے ضحیٰ دادی جان کے کمرے میں بیٹھی ان سے قیامِ پاکستان کے واقعات سننے کی فرمائش کر رہی تھی۔ دادی جان نے کمرے میں موجود پنجرے میں قید کبوتر کو جا کے دیکھا، پھر اسے کھڑکی کے پاس لے جا کے اڑا دیا اور کہا

پروں کو کھول زمانہ اڑان دیکھتا ہے
زمیں پہ بیٹھ کے کیا آسمان دیکھتا ہے!

"واہ! آپ کا کبوتر ٹھیک ہو گیا دادی جان؟" ضحیٰ نے سوال کیا، لیکن دادی تو ماضی کے دھندلکوں میں کھوئی ہوئی تھیں، وہ آہستہ آہستہ بتا رہی تھیں بھائی جان بتایا کرتے تھے، میں اس وقت بہت چھوٹی تھی، جب بلوائیوں نے ہم مسلمانوں کے محلے پر دھاوا بولا۔

قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے قیامِ پاکستان کی خاطر جو عوامی جدوجہد کی، اس میں آبادی کی منتقلی کا کوئی منصوبہ شامل نہیں تھا بلکہ صرف یہ طے پایا تھا کہ مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل الگ ریاست قائم کی جائے گی، لیکن ہندوؤں، سکھوں اور انگریزوں کو پاکستان ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔ جب گلی محلوں میں مسلمان جلسہ کرتے اور نعرہ لگاتے، "پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ!" تو متعصّب جنونی ہندو اس نعرے کا جواب دیتے کہ "جو مانگے گا پاکستان، اس کو ملے گا قبرستان"

جن ہندو ہمسایوں سے مسلمان اچھا سلوک کرتے تھے، انھی ہمسایوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ پہلے بھی محلے کی مسجد میں نماز کے اوقات میں ڈھول لے کر کھڑے ہو جاتے تھے، تاکہ نمازیوں کی عبادت میں خلل ڈال سکیں۔ عید الاضحیٰ پر جب مسلمان گائے کی قربانی کرتے تو ہندو مسلمانوں کی بستی پر حملہ کر کے کتنے ہی افراد کو موت کے گھاٹ اتار کے انتقام لیتے۔ وہ مسلمانوں کو "ملیچھ یعنی ناپاک" کہا کرتے تھے۔ اسی لیے جب مسلمانوں نے اپنے وطن کا نام "پاکستان" تجویز کیا تو گویا یہ ایک طمانچہ تھا جو ہندو اکثریت کے متعصّب چہرے پر مارا گیا تھا۔ اس کا بدلہ انھوں نے قتل و غارت گری کر کے لیا ہمارے بزرگوں سے، ہماری نسلوں سے۔ دادی جان کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی۔

بہت سی مسلمان لڑکیاں اپنی عزّت کی حفاظت کی خاطر چھتوں سے کود گئیں، کچھ نے کنوؤں میں چھلانگیں مار دیں۔ بے رحم، ظالم، ہندوؤں نے معصوم بچوں کو چھوڑا نہ بزرگوں سے حیا کھائی، سب کو ذبح کرتے چلے گئے۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ بابا نے مجھے بھائی جان کی گود میں دیا اور بھائی جان مجھے اٹھا کے پچھلے دروازے سے سرپٹ دوڑتے چلے گئے، پتا نہیں کتنے میل وہ یوں ہی دوڑتے گئے، یہ آگ اور خون کا سفر تھا، ہر طرف چیخ و پکار تھی۔ بڑی مصیبتوں کے بعد ہم ایک قافلے میں شامل ہو کر پاکستان پہنچے۔ اس سوہنی دھرتی کو ہم نے بہت قربانیوں سے حاصل کیا ہے بیٹا۔ دادی جان کی آواز آنسوؤں سے تر ہو گئی تو وہ اپنے دوپٹے سے آنسو صاف کرنے لگیں۔

"پھر کیا ہوا دادی جان! آپ لوگ کہاں رہے پاکستان پہنچ کر؟" ضحیٰ نے جلدی سے سوال کیا۔

"پہلے تو ہم مہاجر کیمپ میں رہے، پھر بھائی جان نے مزدوری شروع کر دی اور ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا اور ہم وہاں رہنے لگے، پھر بھائی جان پاک فوج میں بھرتی ہو گئے اور ہمارے گھر ایک بھابھی آ گئی، مجھے میری بھابھی نے پالا ہے بیٹا!" دادی جان نے تفصیل بتائی۔

"آپ کے بھائی، پاک فوج میں بھرتی ہوئے تھے! واہ، شان دار! آپ کو تو بہت فخر ہوتا ہو گا جب وہ وردی میں گھر آتے ہوں گے!" ضحیٰ نے پُرجوش ہو کے کہا۔

"ہاں، بہت خوشی ہوتی تھی کہ میں ایک فوجی کی بہن ہوں، محلے میں میری سہیلیاں رشک کرتی تھیں، میرے بھائی کی تو چال ہی شان والی تھی، وہ اپنی کارکردگی کی بنیاد پر ترقی پا کر کیپٹن بنے، پھر تو ان کی اُڑان دیکھنے والی تھی، ہر مشکل محاذ پر انھیں بھیجا جاتا تھا اور وہ سرحد کی حفاظت، اپنی دھرتی کی حفاظت اپنی ماں کی طرح کیا کرتے تھے۔ انھوں نے غلامی اور قید جیسی زندگی دیکھی تھی نا بیٹا، وہ جانتے تھے کہ یہ آزادی کس قیمت پر حاصل ہوئی ہے۔" دادی جان کی آنکھیں بھائی کے تصور سے چمکنے لگیں۔

"دادی! کبھی آپ نے ہم کو تو ملوایا ہی نہیں اپنے بھائی سے؟" ضحیٰ نے گلہ کیا۔

"بیٹا! میرے بھائی نے میرے ہاتھ پیلے کیے ہی تھے کہ ستمبر 65 میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا، میرا سوہنا بھائی، اس جنگ میں شہید ہو گیا تھا، اپنی جان وار دی انھوں نے، وطن پر آنچ نہیں آنے دی، ان کے آفیسر نے بتایا تھا کہ بھائی جان بے جگری سے انڈین آرمی کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔" دادی جان نے دکھی لہجے میں کہا۔

"اوہ، پھر تو آپ ایک شہید کی بہن ہیں، آئی ایم پراؤڈ آف یو" ضحیٰ نے دادی جان کے ہاتھ تھام لیے جو شدّتِ جذبات سے کانپ رہے تھے۔

"اب بتائیں کہ اس تاریخی داستان کو میں ٹیبلو کی صورت کیسے دوں، آئی ایم سو ایکسائیٹڈ!" ضحیٰ نے کہا۔

"میں کیا کہوں بیٹا، سب کچھ تو بتا دیا ہے، یہ کہنا بچیوں کو کہ یہ آزادی ہمیں بڑی قربانیاں دے کر ملی ہے، یہ سبز ہلالی پرچم، دھرتی ماں کی چادر ہے، یہ وطن، یہ چمن ہمارے پھول جیسے بچوں کے لہو کی آبیاری سے ملا ہے، قفس توڑ کے آزاد فضا میں جو ہم اڑانیں بھرتے پھرتے ہیں، ہر جگہ اپنی مرضی سے آتے جاتے ہیں، یہ اڑان، بڑے بازو گنوا کے ملی ہے بیٹا! اس اڑان کی قدر کرنا بیٹا! اپنی آزاد فضا کی حفاظت کرنا ہمیشہ۔" دادی جان کہیں خلا میں دیکھتے ہوئے گویا اپنی تاریخ میں گم تھیں۔

تماضر ساجد

کھول آنکھ اس سے پہلے کہ خسارہ ہو جائے

لاک ڈاؤن کا ایک فائدہ تو اریبہ کے بابا مانتے تھے کہ بچوں کو اسکول پہنچانے کی ڈیوٹی نہیں دینا پڑتی۔ کہاں صبح سویرے اُٹھ کر بچوں کو آدھا گھنٹہ کی مسافت پر واقع اسکول پہنچانا اور کہاں نیٹ کا مہینے بھر کا پیکج کروا کر اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو جانا۔ بچے البتہ آن لائن کلاسز پر خوش نہیں تھے۔ اماں بے چاری انھیں گھسیٹ کر واش روم پہنچاتیں، لیپ ٹاپ پر کلاس جوائن کر کے بچوں کو بٹھاتیں، پھر تھوڑی تھوڑی دیر بعد بچوں کو کوئی نہ کوئی چیز پہنچانا بھی ان کی ڈیوٹی میں شامل تھا۔

◆◆◆

اریبہ خصوصاً اس شیڈول سے متاثر ہوئی تھی۔ وہ نہم جماعت میں تھی۔ آن لائن کلاس میں اسے فزکس سمجھ نہ آتی، کیمسٹری تو سر کے اوپر سے ہی گزر جاتی، بائیو کی میم بے چاری خود نیند میں مارے باندھے ریڈنگ کروا کر ترجمہ بتا دیتیں۔

روزانہ کلاس شروع ہونے سے دس منٹ پہلے اریبہ آن لائن کلاسز کے نقصانات گنوانے لگتی، لیکن ایک دن خلافِ معمول کلاس سے پہلے اسے انہماک سے رجسٹر پر سوالات حل کرتے دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ حسن سے صبر نہ ہوا تو اپنی جگہ سے آواز لگائی:

”امی! آج سورج مشرق سے ہی نکلا ہے نا؟“ امی مسکرادیں۔ اریبہ نے سنی ان سنی کر دی۔“

عام دنوں میں اگر مس اسے پکارتیں تو اسے مائیک کھولتے اتنی دیر ہو جاتی کہ مس مجبوراً کسی اور کا نام لے لیتیں، لیکن آج اس کا مائیک بھی بروقت آن ہوتا رہا۔ کلاس ختم ہوتے ہی اریبہ نے ”شکر ہے“ کا نعرہ لگایا۔

”امی! آج شام کو بھی زوم پر پڑھنا ہے۔“

”کیا مطلب؟ کیا اب تمھاری کلاس شام کے وقت بھی ہو گی؟“

”نہیں امی! شام کو عریشہ مجھے تیاری کروائے گی۔“

”یہ عریشہ کون ہے؟“ امی نے حیرت سے پوچھا۔

”میری نئی سہیلی ہے اماں! کل بائیو کی میم مصروف تھیں تو انھوں نے عریشہ کو ہوسٹ بنا دیا۔ عریشہ نے اتنا اچھا سمجھایا کہ بس!“

”کیا کوئی نئی ٹیچر ہے؟“

”نہیں نا! وہ بھی ہماری فیلو ہے۔ کینیڈا میں رہتی ہے۔ لاک ڈاؤن کی وجہ سے واپس نہیں جا سکی، اس لیے ابھی ہمارے اسکول میں پڑھ رہی ہے۔ فلائٹ دوبارہ شروع ہوں گی تو وہ اپنے اسکول واپس چلی جائے گی۔“

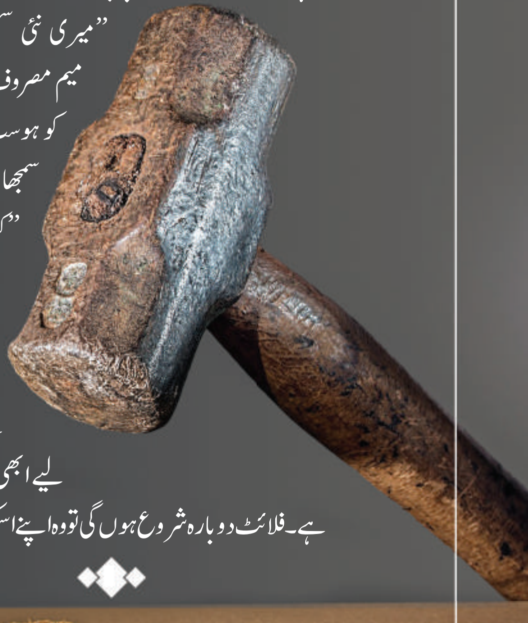

◆◆◆

وہ دن تو جیسے تیسے گزر گیا، لیکن اس کے بعد اریبہ کے منہ سے وقت بے وقت عریشہ کے قصے سنائی دینے لگے۔ اس کی ہر بات عریشہ سے شروع ہو کر عریشہ پر ہی ختم ہوتی۔ شام کو دونوں دو گھنٹے بیٹھ کر کمبائن اسٹڈی کرتیں۔

”عریشہ کے تین بہن بھائی ہیں۔“

”عریشہ نے مری سے لے کر دوبئی تک سیر کر رکھی ہے۔“

”عریشہ کو یہ پسند ہے، یہ نہیں۔“

◆◆◆

غرض! عریشہ کے گھر کے پتے سمیت ہر بات اریبہ کو یاد تھی۔

عریشہ کا حال بھی اس سے مختلف نہیں تھا، حالاں کہ دونوں کی بالمشافہ ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی، پھر بھی دونوں کا صوتی رابطہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہا۔

لاک ڈاؤن کی وجہ سے امی کی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہوا تھا۔ اریبہ کا یہ سال چوں کہ بورڈ کا سال تھا، اس لیے وہ زیادہ ہاتھ نہ بٹا پاتی۔

احسن چند دن سے محسوس کر رہا تھا کہ اریبہ عجیب و غریب سوالات کرنے لگی تھی۔ سوالات تو عام سے تھے، لیکن اس کا لہجہ عام نہ ہوتا۔ احسن اس کے سوالوں سے زچ ہو جاتا۔ کبھی اریبہ کہتی: ”مجھے اللہ تعالیٰ نے لڑکا کیوں نہیں بنایا؟“

احسن ہنستا ”شکر ہے نہیں بنایا، ورنہ میں اکلوتا نہ ہوتا۔“

اگلی بات کچھ اس طرح کی ہوتی۔

”اگر اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا ہی بنا دیتے تو کیا ہو جاتا۔“ احسن بوکھلا سا جاتا۔

”توبہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ اللہ تعالیٰ کی مرضی جو چاہیں بنا دیں۔“

اریبہ کے بابا کسی کام سے لاؤنج میں آکر بیٹھے تو اریبہ کی امی کو بڑبڑاتے ہوئے پایا۔

”خیر تو ہے بیگم صاحبہ؟“ جواباً بیگم صاحبہ نے ایک شاکی نظر ان پر ڈالی۔

”اوہو! آج خیریت دکھائی نہیں دیتی۔“ انھوں نے شوخ انداز میں کہا۔

”یہ اپنی اریبہ۔۔۔“ بیگم صاحبہ ان کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

”پتا نہیں کیا مسئلہ ہے اس کے ساتھ، عجیب عجیب سے سوالات کرنے لگی ہے۔ میں کوئی جواب دوں تو بحث کرنا شروع کر دیتی ہے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آ رہا یہ اتنے الٹے سوال کہاں سے ڈھونڈ کر لاتی ہے۔ کبھی کبھی تو میں اور احسن دونوں پریشان ہو جاتے ہیں اس کی باتوں سے۔“

اریبہ کے بابا ندیم صاحب سنجیدہ ہو گئے۔

”ٹین ایج کو اسی وجہ سے خطرناک قرار دیا جاتا ہے۔ اس عمر میں نئی نئی جوانی چڑھتی ہے تو الٹے سیدھے سوال بھی ذہن میں اٹھتے ہیں۔ اسے ڈانٹا مت کرو۔“ پھر وہ قریب کھڑی منہ بسورتی اریبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

”اریبہ بیٹے! میں تو مصروف ہوتا ہوں، آپ اپنے سوال لکھ لیا کرو۔ میں دیکھ کر یا تو خود جواب دے دیا کروں گا یا کسی عالم سے پوچھ کر بتا دوں گا۔“

"کیوں بابا! کسی عالم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟" اریبہ نے منہ بنا کر کہا تو ندیم صاحب کا ماتھا ٹھنکا۔

"بیٹا! اللہ تعالیٰ نے ہمیں کہا ہے کہ اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھ لیا کرو۔"

لاک ڈاؤن ختم ہونے کی باتیں چل رہی تھیں۔ ندیم صاحب بے حد مصروف رہنے لگے۔

اریبہ نے ایک آدھ مرتبہ کچھ بات کرنا چاہی، مگر والد کی مصروفیت دیکھ کر اسے بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

اس دن ندیم صاحب کو فراغت ملی تو انھوں نے اریبہ کو بلا لیا۔ اریبہ نجانے کن سوچوں میں تھی۔ آتے ہی پوچھ بیٹھی۔

"بابا! یہ قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہیں؟"

"کیوں کی کیا بات ہے بیٹا؟" ندیم صاحب نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"آپ نے پڑھا تو ہے، بلکہ گھر میں اس بارے میں کئی مرتبہ بات بھی ہو چکی ہے۔ خصوصاً 1956 اور 1976 کی تحریک ختم نبوت کے بارے میں تو آپ جانتی ہو، پھر یہ سوال کرنے کا خیال کیسے آیا؟" ان کے گھر میں قادیانیوں کے بارے میں ہلکی پھلکی باتیں ہوتی رہتی تھیں، اس لیے بچے اس فتنے کے بارے میں لاعلم نہیں تھے۔

"اچھا چلیں چھوڑیں۔" ندیم صاحب کا جواب سن کر اریبہ نے بات ٹال دی۔

"اگر قادیانی کلمہ پڑھ لیں تو وہ مسلمان ہو جائیں گے نا؟"

"پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہو؟" ندیم صاحب سنجیدہ ہو گئے۔ "کیا بات ہے، صحیح طرح بتاؤ؟"

"بابا! وہ میری سہیلی ہے نا، میری بیسٹ فرینڈ عریشہ!" اریبہ نے بیسٹ فرینڈ پر زور دے کر کہا۔

"وہ بتا رہی تھی کہ وہ احمدی ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ یعنی تم قادیانی ہو تو اس نے کلمہ پڑھ کر دکھایا کہ میں مسلمان ہوں۔" اریبہ نے گویا دھماکہ کیا۔ ندیم صاحب اریبہ کی عریشہ سے دوستی کے بارے میں بخوبی جانتے تھے۔

"یہ کب کی بات ہے؟" ندیم صاحب نے گھمبیر لہجے میں پوچھا۔

"کافی دن ہو چکے ہیں۔" اریبہ نے آہستگی سے کہا۔

"اور آپ پھر بھی اس سے بات کرتی ہیں؟ اس کے ساتھ بلاناغہ کمبائن اسٹڈی کرتی ہیں؟"

"بابا! میں بتا تو رہی ہوں کہ اس نے کلمہ پڑھا تھا۔"

"کلمہ پڑھنے کا کیا مطلب ہے؟ قادیانی نبی کریم ﷺ کو نبی مانتے ہیں، آخری نبی نہیں مانتے۔ کلمے کی بات ہوتی تو قادیانیوں کی کمپنی شیزان کی لاہور میں سب سے بڑی برانچ پر کلمہ کیوں لکھا ہوتا؟ قادیانی کافر ہیں اریبہ! بلکہ یہ تو کافروں سے بڑھ کر خطرناک ہیں کہ کافر خود کو کافر تو سمجھتے ہیں، ان کی طرح خود کو مسلمان کہہ کر مسلمانوں کو دھوکا تو نہیں دیتے۔ آیندہ آپ عریشہ سے کوئی بات نہیں کریں گی!" ندیم صاحب کے فیصلہ کن لہجے پر اریبہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو لرز رہے تھے۔

"بس اسی لیے بابا میں آپ کو بتاتی نہیں تھی۔ عریشہ کافر نہیں ہے، وہ مسلمان ہے، لیکن آپ نہیں سمجھیں گے۔" اریبہ آنسو صاف کرتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ندیم صاحب فکرمندی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

کچھ دن تک گھر میں سخت تناؤ کی کیفیت رہی۔ اریبہ نے عریشہ سے تعلّق ختم کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ وہ اس کے خلاف کچھ سننے کو تیار نہ تھی۔ اریبہ کی اماں بابا بھی عریشہ کے کیے گئے ذہن سازی پر حیران ہوتے کہ آخر عریشہ بھی اریبہ کی ہم عمر تھی، اس نے کیسے عام سے سوالات کے ذریعے اریبہ کے گرد ایسا گھیرا ڈالا کہ اب آہستہ آہستہ اریبہ کو نہ صرف اپنے علما سے متنفّر کر ڈالا، بلکہ اگر اس کی یہ محنت کچھ عرصے تک مزید اسی خاموشی کے ساتھ جاری رہتی تو وہ آگے کے حالات کے تصوّر سے ہی لرز جاتے۔

وہ مسلسل دعاؤں میں مصروف تھے۔

اریبہ کی عریشہ کے لیے دیوانگی کی حد تک بڑھتی دوستی دیکھ کر انھوں نے اسے عریشہ کے ساتھ تعلّق ختم کرنے کے لیے فی الحال مجبور نہیں کیا تھا۔

البتہ اب اریبہ خود بھی عریشہ سے بات کرنے میں احتیاط سے کام لیتی۔ بات صرف حال چال تک محدود رہتی۔ عریشہ نے وجہ معلوم کرنے کی کوشش کی تو اریبہ نے اسے ٹال دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے گھر والے اس پر عریشہ سے بات کرنے پر پابندی لگا دیں۔

انھی دنوں اللہ کا کرم ہوا۔ لاک ڈاؤن ختم ہوتے ہی عریشہ کو واپس اپنے ملک جانا تھا۔ وہ یہاں اپنے کسی رشتہ دار کے گھر عارضی طور پر رہنے آئی تھی، لیکن لاک ڈاؤن کی وجہ سے یہیں پھنس گئی تھی، حالاں کہ اس نے اریبہ کو تعلّق باقی رکھنے کی تاکید کی تھی، لیکن فلائٹ کی مصروفیات میں وہ اسے اپنا نیا فون نمبر نہ دے سکی۔

ان کا رابطہ بذریعہ فون ہوتا تھا یا بذریعہ زوم۔

اریبہ نے کئی مرتبہ میٹنگ جوائن کر کے اس کا انتظار کیا، مگر بے سود!!

عریشہ کے یوں جانے پر جہاں اس کا رو رو کر برا حال تھا۔ وہیں اس کے امی بابا اللہ کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہے تھے، جس نے ان پر ایسی جگہ سے کرم کیا تھا، جس کا انھیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔

◆◆◆

قصہ مختصر اریبہ کے بابا نے اریبہ کو آن لائن ختم نبوت کورس میں داخلہ دلوایا۔

روزانہ حدیث کا حلقہ لگایا جانے لگا۔ بائیس جھوٹے نبیوں کے بارے میں سیر حاصل بحث کی گئی۔ خصوصاً مرزا قادیانی کے طریقہ واردات کے متعلّق۔

اریبہ کے بابا تحریک ختم نبوت پر مولانا اللہ وسایا صاحب کی کتاب اور حافظ عبدالرزّاق ودیگر مصنفین کی کتابیں بھی لے آئے تھے۔ روزانہ ان میں سے کچھ حصہ پڑھ کر سنایا جاتا۔

آہستہ آہستہ اریبہ کے خیالات تبدیل ہونے لگے۔ ابو نے امام صاحب کی سمجھائی بات اریبہ اور احسن کو بھی سمجھائی کہ اسلام لانے کا ایک باقاعدہ طریقہ ہے۔ اسلام لانے کے لیے صرف زبان سے کلمہ پڑھ دینا کافی نہیں ہوتا، اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائیوں سے عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا ماننے کے عقیدے سے توبہ کروائی جاتی ہے۔

مرزائیوں (قادیانیوں) کو مرزا پر لعنت بھجوائی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہی انھیں مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔

کفر ہمارے بچوں پر اپنی محنت کر رہا ہے، اگر ہم نے اپنے بچوں کو ان کے ہاتھوں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیا تو کافر انھیں اپنا بنا لیں گے۔

ہمیں اپنے بچوں پر محنت کرنا ہوگی۔

ان کے عقائد پر محنت کرنا ہوگی۔

تاکہ روزِ محشر ہم خدا اور اس کے رسول ﷺ کو منہ دکھانے کے قابل ہوں۔

تاکہ ہمارے گریبان ہمارے اپنے بچوں کے ہاتھوں میں نہ ہوں۔

ایک دردمند دل کا یہی پیغام ہے!!!

قادیانی فتنہ

بنتِ حافظ ابراہیم

یہ تم ٹلّے لوگ، ہر بات میں جائز ناجائز کیوں لے آتے ہو؟؟؟ حد کرتے ہو!!!

اب اس کڑے وقت میں، جب انسان کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں، کسی کو کہاں یاد رہتا ہے کہ یہ چیز کس کمپنی کی ہے؟؟ دینے والے کون ہیں؟؟ بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کے والدین، بغیر کسی سامان کے، کھلے آسمان تلے، بے یارو مددگار بیٹھے ہوں اور کوئی آکر ان کی دادرسی کرے، انھیں راشن مہیّا کرے، ان کو جھلسا دینے والی دھوپ سے بچاؤ کے لیے ٹھنڈے سائے کا انتظام کرے تو ایسے مسیحا کا کون دین مذہب دیکھنے بیٹھ جائے گا؟؟؟

وہ بھی تو انسان ہیں، اتنی نفرت کیوں ان سے؟؟؟

دین اتنا مشکل نہیں، جتنا تم جیسے شدّت پسندوں نے بنایا ہوا ہے!!!

یہ میرے واٹس ایپ اسٹیٹس

"عوام متوجہ ہوں!!! قادیانی تنظیم "ہیومینٹی فرسٹ (Humanityfirst)" سیلاب زدگان کی مدد کی آڑ میں قادیانیت کی تبلیغ کرتی ہے۔" پر ایک بہن کا تبصرہ تھا۔

"دیکھیں بہنا!!! اسی بات کا تو رونا ہے کہ قادیانی بظاہر نماز روزہ کرتے ہیں، حتیٰ کہ کلمہ بھی پڑھتے ہیں، لیکن ان کا عقیدہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ وہ "محمد رسول اللہ" جب کہتے ہیں تو اس سے مراد "مرزا غلام احمد قادیانی" لیتے ہیں اور مرزا ایسا غلیظ انسان تھا، جس نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور صرف یہاں تک بس نہیں کی، بلکہ اس نے اپنی کتابوں میں مختلف جگہوں پہ، مختلف دعوے کیے ہیں۔"

کبھی کہا خدا ہوں، کبھی کہا آدم ہوں، کبھی کہا نوح ہوں، کبھی کہا مجھ پہ وحی نازل ہوتی ہے، کبھی کہتا ہے میں ثانی محمد ہوں تو کبھی ان سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اپنی باتوں کو قرآن و حدیث کا درجہ دیا ہے۔

حضرت مریم علیہ السّلام پہ اس نے طرح طرح کے الزامات لگائے۔

حضرات صحابہ کرام اور پچھلے انبیا علیہم السّلام کی گستاخیاں کی ہیں۔

مرزا کے تمام جھوٹے دعوے، اس کی اپنی کتاب "روحانی خزائن" جو کہ کئی جلدوں پہ مشتمل ہے، اس میں موجود ہیں۔ قادیانی ایسے شخص کو اپنا پیشوا مانتے ہیں، یعنی اوپر کی تمام باتوں کو مانتے ہیں۔ اس لیے یہ کافر بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں، کیوں کہ کافر کبھی بھی خود کو مسلمان نہیں کہتا۔ لیکن مرزا اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ "جو ہمیں نہ مانے وہ کافر، پکا کافر اور اسلام سے خارج ہے۔" یہ اُلٹا ہمیں ہی کافر بنانے پہ تلے ہوئے ہیں اور خود کو "احمدی مسلمان" کہتے ہیں!!!

آپ بتائیں کہ کوئی شخص آپ کے والدین کا دشمن ہو، ان کو سخت بُرا بھلا کہتا ہو، انھیں گالیاں بکتا ہو، کیا آپ ان سے کسی طرح کا کوئی تعلّق رکھیں گی؟؟؟ اس سے مالی لین دین کریں گی؟؟ اس کو اپنے گھر عزّت و احترام سے بٹھائیں گی؟؟؟ کہ چلو ایک انسان ہی تو ہے بے چارہ۔۔!!!

نہیں نا!!! بلکہ سارے رشتے ناطے توڑ کر، اس کا بائیکاٹ کریں گی۔ اسی طرح قادیانی بھی اسلام کے دشمن ہیں۔

ایمان سے بڑھ کر اور کچھ تو نہیں ہے نا!!!

ان سے ہر طرح کا بائیکاٹ لازمی ہے، ایمان کا حصہ ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے، لیکن وہ ایک امّتی بن کر آئیں گے نبی نہیں۔

اور رہی بات بائیکاٹ کی تو وہ نئی چیز نہیں ہے۔

ابو جہل اور ابو لہب جو آپ ﷺ اور مسلمانوں کی جان کے دشمن اور گستاخ تھے۔ ان کا صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بائیکاٹ کیا تھا۔

آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں، "مسیلمہ کذّاب" اور "اسوَد عنسی" نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ آپ ﷺ کو جب اس بات کی اطلاع ملی، فوراً اپنا لشکر تیار کر کے اس فتنے کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ وہ لشکر کامیاب ہوا اور مسیلمہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہی جہنم واصل ہو گیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں، "اسود عنسی" کا بھی کام تمام ہو گیا۔

ہماری نفرت قادیانیوں سے نہیں، بلکہ قادیانیت سے ہے۔ یہ داڑھی پگڑی کے لبادے میں ایمان کے ڈاکو ہیں۔ ہم ان کا مکروہ چہرہ لوگوں پہ عیاں کرنا چاہتے ہیں کہ کس مکروفریب سے یہ لوگ اپنا سازشی جال پھیلا رہے ہیں۔

اب وطن کی اس مشکل گھڑی میں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی امدادی سرگرمیاں اتنی تیز کر دیں کہ متاثرین کو ان سے کچھ لینے کی نوبت ہی نہ آئے۔ امتحان ہمارا ہے کہ ہم اللہ کے دیے ہوئے مال سے کتنا خرچ کرتے ہیں؟؟ جواب دہ ہم ہوں گے، وہ تو مجبور ہیں، آزمائش ہماری ہے۔

ہمیں دل کھول کر خرچ کرنا ہے۔ متاثرین تک چیزیں پہنچانی ہیں۔ اپنی استطاعت سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے، تاکہ کوئی بھی انسان ان کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر اپنے ایمان کا سودا نہ کر بیٹھے۔"

موضوع ہی ایسا تھا کہ میں نے مختصر جواب پہ اکتفا کرنا کافی نہ سمجھا اور خاصا مفصّل جواب دیا۔ اس نیت کے ساتھ کہ

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات!!!

ان کی طرف سے پھر کوئی جوابی کارروائی نہیں ہوئی، لیکن مجھے لکھنے کے لیے ایک بہترین موضوع مل گیا۔

قادیانی اپنی پوری تیاری کے ساتھ سرگرم ہیں، جگہ جگہ انھوں اپنی تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں۔ عوام ان کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ وہ چاروں طرف سے، اس طرح اپنے چُنگل میں پھنساتے ہیں کہ اگلے انسان کی سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیت مفلوج ہو جاتی ہے۔ آیئے! مل کر ان کے مکروفریب سے لوگوں کو آگاہی دیں اور ختمِ نبوّت کے دِفاع کے لیے خود کو وقف کر دیں!!!

نبی کا درد، جس کے سینے میں ہے!!!
وہ جہاں بھی رہے، مدینے میں ہے!!!
نبی کا درد، جس کے سینے میں نہیں!!!
وہ مدینے میں رہ کر بھی، مدینے میں نہیں!!!

کلمہ نجات

ام محمد سلمان

ہم سب بہت خوش باش گھر سے نکلے تھے۔ ہنستے کھیلتے ایک دوسرے کو چھیڑتے اتراتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ موسم بہت اچھا تھا، سب پیدل ہی چل رہے تھے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں اور کالے بادلوں نے ماحول کو بہت خوش گوار بنا دیا تھا۔ راستے میں دونوں طرف سبزہ لہلہا رہا تھا۔ پرندوں کا شور تھا، کہیں کہیں پانی کے چھوٹے چھوٹے تالاب بھی نظر آ رہے تھے۔ کتنا حسین نظارا ہے۔۔۔! ہم سب جیسے اس منظر میں کھو سے گئے تھے کہ اچانک بادلوں کی خوف ناک گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ بے اختیار اوپر کی طرف نگاہیں اٹھائیں تو نارنجی رنگ کا آسمان، ایک دم تیز چمکتا سورج اور گرم ہواؤں کے تھپیڑے محسوس ہوئے۔۔۔ بادلوں کی ٹھنڈی چھاؤں کا کہیں نام ونشان نہ رہا اور تیز چمکیلی کٹیلی دھوپ جسم کو جھلسانے لگی، چاروں طرف ایک دم وحشت اور ویرانی سی چھا گئی۔

ڈر کے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو سب جیسے بت بنے کھڑے تھے۔۔۔ ہمارے اطراف میں جو سبزہ لہلہا رہا تھا، وہ اب خطرناک سمندر کا روپ دھار چکا تھا۔ دہشت ناک موجیں بپھر رہی تھیں، ہم ان موجوں کے بیچ جیسے کسی چھوٹے سے جزیرے پر کھڑے تھے، خوف سے رونگٹے کھڑے ہو گئے، آواز بھی نہ نکال سکے، اتنے میں ایک بار پھر آسمان سے خوف ناک گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔۔۔ دیکھا تو آسمان ایک طرف سے بالکل ایسے سرخ ہو چکا تھا، جیسے آگ کا انگارہ۔۔۔ اور چار بڑے بڑے جنگی جہاز بہت تیز رفتاری سے آسمان کی بلندیوں سے اس جزیرے کی طرف آ رہے تھے۔ ان کے اندر سے آگ کے دہکتے ہوئے شعلے نکل رہے تھے، ہم سب بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ زبانیں گنگ ہو چکی تھیں۔ ایسا لگتا تھا ہم باوجود کوشش کے نہ بول سکتے ہیں اور نہ چلا سکتے ہیں، نہ کہیں بھاگ سکتے ہیں، بس کسی بھی لمحے یہ جہاز ہم سے ٹکرا کے ہمارے پرخچے اڑا دیں گے! ہم سب جیسے ایک دردناک موت کے منتظر تھے کہ اچانک۔۔۔۔

اچانک ہم میں سے کسی نے زور زور سے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنا شروع کیا اور پھر جیسے ہم سب کے اندر ایک توانائی سی بھر گئی، سب باآواز بلند کلمہ طیبہ کا ورد کرنے لگے اور تیز تیز بھاگنے لگے، سامنے ایک صاف سیدھی سڑک نظر آ رہی تھی، بھاگتے بھاگتے بہت دور نکل آئے۔۔۔!!

خوف ناک آسمان، شعلے برساتے جنگی جہاز اور بپھرتی موجیں۔۔۔ سب کہیں پیچھے رہ گئے، ہم جہاں پہنچ کر رکے وہ شاید کوئی ریلوے اسٹیشن تھا۔ ہم سب بے دم ہو کر وہاں پڑی بینچوں پر بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگے۔

آنکھ کھلی تو سینے میں دھکڑ پکڑ جاری تھی، دل تھا کہ خوف سے لرز رہا تھا۔ ذرا ہوش ٹھکانے آئے تو دیکھا یہ تو میرا گھر ہے پُرامن اور خوب صورت گھر۔۔۔ میرا آرام دہ بستر!
پھر وہ سب کیا تھا؟ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہی تھی؟ یقیناً وہ ایک خواب تھا، مگر ایسا خواب جو حقیقت پہ بھاری تھا! میں نے اس خواب کی اذیت جتنی جزئیات کے ساتھ محسوس کی تھی، شاید زندگی کے تمام دکھ اور سکھ بھی کبھی اس طرح محسوس نہیں کر سکی تھی۔ میرے تصور میں ابھی تک وہ خوف ناک سرخ آسمان، زمین پر چاروں طرف بپھرتا سمندر اور ہماری طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے آگ برساتے دیو ہیکل جنگی جہاز تھے۔

پھر ہماری نجات کیسے ہوئی؟

مجھے یاد آیا۔۔۔ ہم باآواز بلند کلمہ لا الہ الا اللّٰہ پڑھ رہے تھے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔۔۔ ایک بار پھر میں نے بڑے دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا، آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

یا اللہ! تیرا شکر ہے، ہمیں کلمے نے بچا لیا، ہمیں اس کی برکات نے بچا لیا۔ ہمیں اس پاک کلمے نے بچا لیا، بے شک ہمیں بچا لیا۔ یا اللّٰہ! تیرا شکر ہے تو نے ہمیں مسلمان بنایا ہے! ہمیں اس کلمے کی برکت سے جہنم کے دردناک عذاب سے بچا لینا میرے پروردگار!!

مجھے رسول اللہ ﷺ کے وہ ارشادات یاد آنے لگے جو اس پاک کلمے کے بارے میں تھے۔۔۔ "قیامت کے دن میری شفاعت کے سب سے زیادہ حق دار وہ ہیں، جنھوں نے سچے دل کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا۔" (صحیح بخاری)

"جس شخص نے بھی لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر فوت ہو گیا تو وہ جنت میں جائے گا۔" (متفق علیہ)

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"کوئی بھی شخص سچے دل کے ساتھ یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔" (متفق علیہ)

مجھے خواب میں دکھائی جانے والی وہ وحشت ناک صورت حال یاد آئی، وہ صرف ایک خواب تھا۔۔۔ آنکھ کھل گئی، سمجھو نجات ہو گئی۔

مگر جب ابدی نیند طاری ہو گی اور حقیقت کی آنکھ کھلے گی، تب کسی صورت نجات ممکن نہیں! اس کے لیے محنت ابھی سے کرنی ہے، اس کلمے پر محنت کرنی ہے۔ اسے اپنی زندگی میں پورے تقاضوں کے ساتھ شامل کرنا ہے۔۔۔ تب ہی اس جہنم سے نجات ممکن ہے! اور اس کلمے کے تقاضے کیا ہیں؟ وہ یہ کہ بندے کو حرام کاموں سے روک دے!

جنت اس شخص کا بدلہ ہے، جس نے کلمہ اخلاص اور سچے دل کے ساتھ پڑھا، بغیر کسی شک کے اس پر یقین کیا، اس کے مطابق عمل کیا اور اس سے متصادم چیزوں سے دور رہا۔

روزِ قیامت جب بندے کے نیک اعمال کا پلڑا ہلکا ہو کر اوپر اٹھنے لگے گا تو یہ ایک کلمہ لا الہ الا اللہ اس کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ تب اس پاک کلمے کی قیمت کا اندازہ ہو گا!!

اور اس کلمے کی محرومی تب محسوس ہو گی، جس دن جہنم سے آخری شخص کو بھی صرف اس وجہ سے نکال لیا جائے گا کہ اس نے اپنی دنیا کی زندگی میں ایک بار ہی سہی! سچے دل سے اس کلمے کو پڑھا تھا!! اس دن کافر حسرت سے دیکھیں گے اور کہیں گے اے کاش! ہم نے بھی اس کلمے کا اقرار کر لیا ہوتا تو آج ہم بھی اس دردناک عذاب سے چھٹکارا پا لیتے!!!

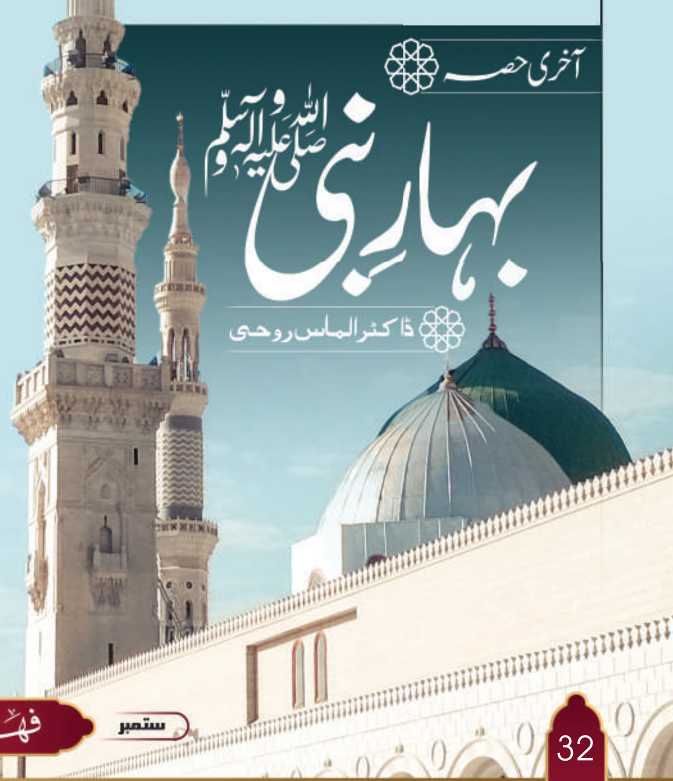

ہمارے پیارے نبی ﷺ کائنات کے لیے اور اہلِ عرب کے لیے خاص طور پر ہدایت کا پیکر بن کر آئے۔ ہمارے پیارے نبی کا نام جب "محمد" رکھا گیا تو یہ میٹھا میٹھا اور پیارا پیارا نام جس نے سنا سب کو اچھا لگا۔ کسے معلوم تھا، یہی وہ مبارک نام ہے جو زمین پر ہر طرف سورج بن کر چمکے گا اور اپنے نام لیواؤں کے دلوں کو راحت دے گا۔ آپ ﷺ نے اپنے عمل سے عرب والوں کو ایک مہذّب زندگی کا تصوّر دیا۔

بہت عرصے سے عرب میں یہ رسم جاری تھی کہ کسی قبیلے کا فرد اپنی بہادری دِکھانے کے لیے ایک پیالے میں خون بھر کر اس میں انگلیاں ڈبوتا تھا۔ تعمیرِ بیت اللہ کے وقت حجرِ اسود کے موقعے پر بھی یہ رسم ادا کی گئی۔ چار دن تک بحث و تکرار قبائل کے درمیان ہوتی رہی کہ کون سا قبیلہ یہ قیمتی پتھر نصب کرے گا۔ پانچویں دن قریش کے ایک بزرگ نے یہ تجویز رکھی کہ "اگلی صبح جو شخص سب سے پہلے کعبے کی عمارت میں داخل ہو، اسے حجرِ اسود نصب کرنے کی سعادت دی جائے۔" سب نے اس بات پر اتفاق کیا۔ دوسرے روز ہمارے پیارے نبی ﷺ وہ پہلے شخص تھے جو کعبے میں داخل ہوئے۔ حجرِ اسود کعبے کی دیوار پر لگانے کی سعادت آپ ﷺ کو دی جا رہی تھی، مگر آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی اور حجرِ اسود اس میں رکھا گیا۔ چادر کے چاروں کونے قریش کے ان سرداروں نے پکڑے جو پہلے بحث و تکرار کر رہے تھے۔ وہ کعبے کی دیوار کے پاس لے کر گئے، یہاں ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو نصب کیا۔ اس طرح آپ ﷺ کی دانائی نے عرب کے ایک بار پھر دل جیت لیے تھے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ سب سے زیادہ راست گفتار تھے اور سب سے زیادہ باوفا اور عہد پورا کرنے والے۔ خصلت میں نرم دل اور صحبت میں نیک ترین تھے۔ آپ ﷺ دعوت سب کی قبول فرماتے، چاہے کوئی غنی ہوتا یا فقیر، آزاد ہوتا یا غلام، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر سب سے زیادہ شفقت رکھنے والے تھے کہ بلی کے لیے برتن ٹیڑھا کر دیتے اور جب تک وہ خوب سیراب نہ ہو جاتی، اپنی شفقت کے سبب برتن نہ اٹھاتے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ آپ ﷺ کے پاس نو تلواریں تھیں، چار نیزے تھے، چار کمانیں تھیں، دو زِرہ تھیں۔ آپ ﷺ بہترین سپہ سالار تھے۔ بے مثال حکم ران تھے۔ جنگِ حنین کے دن آپ ﷺ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کے منہ کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سرکش گروہ کو شکست دی تھی۔ جنگِ بدر کے موقع پر صرف 313 مسلمانوں نے آپ ﷺ کی اعلیٰ حکمتِ عملی پر عمل کر کے کافروں کی ایک بڑی تعداد کو شکست دی تھی۔ فتحِ مکہ کے دن آپ ﷺ مسجدِ حرام میں داخل ہوئے اور بتوں کو جو کعبے کے آس پاس لٹکے ہوئے تھے، ان کی طرف چھڑی سے اشارہ فرماتے کہ "حق آیا اور باطل ملیامیٹ ہوا" اور وہ بت اوندھے زمین پر گر جاتے تھے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ ایک کامیاب حکم ران، مخلص رہبر، دانا رہنما بے مثال انسان تھے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو ہمیں نئی نئی باتیں سکھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کامل رحمتوں اور کامل برکتوں سے نوازا تھا۔

آپ ﷺ نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ دن دو شنبہ وقت چاشت کا تاریخ 12 ربیع الاوّل آپ ﷺ چودہ دن بیمار رہے۔ آپ ﷺ کے پاس وقت وصال پانی کا پیالہ تھا۔ بخار میں بار بار پیالے میں ہاتھ ڈالتے، دستِ مبارک چہرے پر ملتے اور دعا فرماتے۔ آپ ﷺ کی روح مبارک جب پرواز ہوئی تو تمام لوگوں پر غم کی کیفیت طاری ہو گئی۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ اللہ کے پاک اور پسندیدہ بندے ہیں۔ آپ ﷺ کا قرآن مجید سب سے بڑا شاندار معجزہ ہے۔ آج بھی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی محبت قرآن سے نسبت ذرّوں کو آفتاب بنا دیتی ہے۔

پیارے بچو! اللہ پاک نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے کہ ہم رسول پاک ﷺ کے امتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق دے۔

مشکل الفاظ

کائنات	دنیا
دانائی	عقلمندی
فرد	شخص
خصلت	عادت
غنی	مالدار
سرکش	باغی

مشکل الفاظ

دستِ مبارک	مبارک ہاتھ / برکت والے ہاتھ
مہذب	اخلاق والی زندگی
راست گفتار	سچی بات کہنے والے
سعادت	عزت/توقیر
ذرہ	فوج کا لباس
فقیر	غریب

آخری حصہ

بوڑھے شیطان کے جال

عرفان حیدر

رات کا اندھیرا ہر طرف پھیل چکا تھا، لیکن چاند اور تاروں نے رات کو رونق بخش دی تھی۔ احمد کے گھر سے آئے مجھے کچھ منٹ ہی گزرے تھے۔ مجھے اس کی حالت دیکھ کر یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں سخت تشویش میں مبتلا تھا۔ احمد، فائزہ چچی، بلال انکل اور باقی جو بھی اس گیم سے متاثر ہوئے تھے، ان کی حالت اب مجھ سے دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

میں نے ٹائم دیکھنے کے لیے موبائل چلایا تو میرے ذہن میں ایک بات آئی۔

"احمد نے مجھے اس گیم کا لنک بھیج رکھا تھا، بہتر ہوگا کہ میں اسے ایک مرتبہ دیکھ لوں۔ ہو سکتا ہے کچھ پتا چل جائے۔" اچانک سے ذہن میں بڑے کام کی بات آئی تھی۔

میں نے وہ لنک کھولا تو میرے سامنے وہ گیم آ گیا۔ اس گیم کا لوگو دیکھتے ہی میں حواس باختہ ہو گیا۔

یہ وہی لوگو تھا، جو اس رات میں نے خواب میں اس بوڑھے کے کوٹ اور اس کے کمرے کی دیواروں پر دیکھا تھا۔ "تھوڑا سوچنے کے بعد میں گڑبڑا اٹھا۔

میں نے فوراً لیپ ٹاپ چلایا اور اس گیم اور اس کے تخلیق کار کے بارے میں سرچ کرنا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد جہاں میرے چہرے پر حیرت کا سمندر بہہ رہا تھا، وہیں اس سمندر پر اُمید کی روشن کرنیں بھی تھیں۔

اس گیم کے تخلیق کار کی لوکیشن میرے گھر سے ایک کلومیٹر دور تھی اور پولیس اسٹیشن اس لوکیشن سے دس کلومیٹر دور تھا۔ میں نے انسپکٹر صاحب کو کال ملائی اور بات کرنے لگا۔

"انسپکٹر صاحب! میرے پاس اہم معلومات ہیں، وہ گیم جس کی وجہ سے بچے اپنا ذہنی توازن کھو رہے ہیں، میرے پاس اس کے تخلیق کار کے بارے میں معلومات ہیں۔ اس کا نام کیمرون ڈروگ ہے اور اس کی موجودہ لوکیشن گرین ٹاؤن ریلوے سٹیشن کے بالکل پیچھے ہے۔" میں نے انسپکٹر صاحب کو تمام تر معلومات فراہم کیں۔

"ٹھیک ہے بیٹا! ہم پندرہ منٹ میں وہاں پہنچ جائیں گے۔" انسپکٹر صاحب نے باوقار انداز میں کہا اور کال کاٹ دی۔

میں کال کے منقطع ہونے تک گیراج میں پہنچ چکا تھا۔ میں نے ہیلمٹ پہنا اور موٹر سائیکل کا رُخ ریلوے اسٹیشن کی طرف کیا۔ ایک منٹ کے اندر اندر میں ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا تھا۔ میں نے موٹر سائیکل وہیں روک دی اور ریلوے اسٹیشن کے پیچھے کی جانب بھاگا۔

موبائل سے لوکیشن دیکھی، کیمرون ڈروگ کا ٹھکانہ میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ میں دبے قدموں سے اس گھر کی کھڑکی کے قریب پہنچا۔ وہاں اندر ایک بڑی سکرین نصب تھی، جس میں پانچ غیر ملکی چہرے دکھائی دے رہے تھے۔

میری نظر صوفے پر بیٹھے شخص پر پڑی تو میں چونک گیا۔ یہ وہی بوڑھا تھا جو میرے خواب میں آیا تھا۔ اب تو مجھے یقین ہو چکا تھا کہ وہ پُراسرار خواب سچا تھا۔ وہ شخص براہِ راست ویڈیو کال پر تھا۔ میں نے کھڑکی کو تھوڑا سا کھولا، تاکہ میں ان کی باتیں سُن سکوں۔

"ہمارا مشن ہر طرح سے کام یاب جا رہا ہے، یہاں کے بچے آسانی سے ہمارے شیطانی جال میں پھنس گئے۔ ان سب کے دماغوں کی قوّت جمع ہوتی جا رہی ہے۔ جلد یہ پوری نسل تباہ ہو جائے گی اور ہم اس انسانی دماغ کی انرجی کو استعمال کر کے ایک زبردست مصنوعی فوج تیار کریں گے۔ میرے انرجی بینک میں ہر لمحے انرجی کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔" وہ بوڑھا یعنی کیمرون ڈروگ بولا اور آخر پر دور میز پر پڑی ایک مشین کی طرف اشارہ کرنے لگے۔

بوڑھے کیمرون کی بات سننے کے بعد میری آنکھوں میں چمک آ گئی اور میں خوشی سے بڑبڑایا:

"بوڑھے شیطان تیرا جال چند لمحوں میں برباد ہونے والا ہے۔"

کچھ ہی لمحوں بعد ویڈیو کال منقطع ہو گئی۔ یہ میرے لیے بہترین موقع تھا۔ میں نے قریب سے لکڑی کی ایک موٹی اور پائیدار چھڑی اٹھائی۔ اس کے بعد کھڑکی سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر پوری ہمت سے اس چھڑی کو کھڑکی پر دے مارا۔ کھڑکی کے شیشے ریزہ ریزہ ہو گئے اور میں چھلانگ لگاتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہو گیا۔ کیمرون اُٹھ کھڑا ہوا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کر پاتا، میں بھاگا بھاگا اس میز تک گیا اور چھڑی سے انرجی بینک پر وار کیا۔ انرجی بینک جو لگ بھگ ایک بستے کے سائز کا ہو گا، گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس میں سے ایک دم سے بہت زیادہ مقدار میں سبز رنگ کی شعائیں خارج ہوئیں۔

"نہیں، یہ تم نے کیا کر دیا!" کیمرون ڈروگ وحشت ناک آواز میں چلّایا۔

"تم اپنے انجام کی فکر کرو، وہ اس سے بھی بدتر ہوگا۔" میں نے اسے دھمکایا۔

وہ بھاگا بھاگا مجھ پر جھپٹا اور میں نے ایک طرف ہو کر لکڑی کی چھڑی اس کے منہ پر دے ماری۔ وہ درد سے کراہتا ہوا دور جا گرا۔ گھر کے ہال میں اس کی دردناک چیخ گونج اُٹھی تھی۔ اس کا نحوست آمیز چہرہ خون سے لَت پَت ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے کوٹ سے پستول نکالی اور پستول کا نشانہ مجھ پر باندھ لیا۔ گولی چلنے کی آواز بلند ہوئی اور اس کے ہاتھ سے پستول دور جا گری۔ یہ فائر انسپکٹر نے کھڑکی سے کیا تھا، گولی کیمرون ڈروگ کے ہاتھ میں سے گزر گئی تھی۔

"فرحان بیٹا! ہم آ گئے ہیں۔" انسپکٹر نے پُرجوشی سے کھڑکی سے اندر چھلانگ لگا دی۔ سپاہی صدر دروازے کو توڑ کر اندر داخل ہو گئے اور اپنی بندوقوں کا رُخ کیمرون کے سر کو بنا لیا۔

"کیا تم ٹھیک ہو فرحان؟" انسپکٹر نے فکرمندی سے کہا۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ کا شکریہ کہ آپ وقت پر پہنچے۔" میں نے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔

خارپشت کی بہادری

محمد فیصل علی

جنگل خوب ہرا بھرا تھا۔ چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی بارش ہوئی تھی جس سے جنگل کے درخت، پودے اور پھل پھول دھل چکے تھے۔ سبھی جانور اس خوش گوار موسم سے لطف اٹھا رہے تھے۔ وہ کھیل کود بھی رہے تھے اور گپ شپ بھی لگا رہے تھے۔ ماحول میں ہنسی اور قہقہے گونجتے سنائی دے رہے تھے۔

یہ سارا ماحول واقعی بہت خوب صورت تھا مگر ننھا خارپشت چپ چاپ ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر اداسی اور خاموشی کا راج تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنگل کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے نہیں تھے۔ خارپشت ایک ایسا جانور ہوتا ہے جس کے جسم پر کانٹے لگے ہوتے ہیں اور انہی کانٹوں کی وجہ سے بچے اس سے دور رہتے تھے۔ بے چارے خارپشت نے کئی بار کہا تھا کہ میرے کانٹوں سے کسی کو بھی تکلیف نہیں ہوگی مگر بچے اس پر یقین ہی نہیں کرتے تھے۔ یوں رفتہ رفتہ وہ تنہا ہوتا چلا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ آج اتنے خوب صورت موسم میں بھی وہ بے چارا الگ تھلگ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے جسم پر یہ کانٹے لگائے ہی کیوں ہیں؟ قدرت اس کے اس سوال کا جواب اسے دینے ہی والی تھی۔

اگلے دن کا واقعہ ہے کہ دوپہر کے وقت خارپشت ندی کے کنارے سے نہا دھو کر واپس آ رہا تھا کہ اچانک اس نے چیخوں کی آوازیں سنیں۔ آوازیں قریب ہی سے سنائی دی تھیں۔ خارپشت اپنے مخصوص انداز میں دوڑ پڑا۔ اس کے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔ وہ خطرے کی بو محسوس کر چکا تھا۔ دو منٹ بعد وہ چیخوں والی جگہ تک پہنچ چکا تھا۔ اگلا ہی لمحہ پریشان کن تھا۔ ایک شکاری نے تین خرگوش بچوں پر گن تانی ہوئی تھی اور خرگوش بچے خوف کے مارے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ خارپشت کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ چند سیکنڈز بہت اہم ہیں۔ اس نے ایک فیصلہ کیا اور پھر میدان میں کود پڑا۔ اس نے دوڑ لگائی اور خرگوش بچوں کے سامنے پہنچ کر اپنے جسم کے کانٹوں کو شکاری پر پھینکنا شروع کر دیا۔ شکاری اس اچانک آنے والی مصیبت سے گھبرا گیا۔ اس کی توجہ خرگوش بچوں سے ہٹ گئی۔

بھاگو! خارپشت چلایا۔

خرگوش بچوں نے فوراً دوڑ لگائی اور وہاں سے نو دو گیارہ ہو گئے۔ خارپشت نے بھی کانٹوں کی فائرنگ روک دی اور ایک جھاڑی میں گھس گیا۔ یوں خارپشت کی وجہ سے خرگوش بچوں کی جان بچ گئی۔

اگلے روز پورے جنگل میں خارپشت کی بہادری کے قصے گونج رہے تھے اور وہ سب بچوں کے درمیان بیٹھا ہوا مسکرا رہا تھا۔ اب جنگل کے بچوں نے اپنی غلطی سدھار لی تھی اور اسے اپنا دوست بنا لیا تھا۔ خارپشت بھی اب سمجھ گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم پر کانٹے کیوں لگائے ہیں۔ وہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا تھا۔

مشکل الفاظ

خارپشت: جنگلی چوہا جس کی پیٹھ پر کانٹے ہوتے ہیں جسے انگریزی میں Porcupine کہتے ہیں

سدھارنا: ٹھیک کرنا — **تھر تھر کانپنا:** بہت زیادہ خوف زدہ ہونا

رفتہ رفتہ: آہستہ آہستہ — **نو دو گیارہ ہونا:** بھاگ جانا

کیمرون ڈروگ کو گرفتار کر لیا گیا اور تمام تر آلات اور معلومات جو اس کے گھر سے ملیں، انھیں پولیس نے سنبھال لیا۔

انرجی بینک کے ٹوٹتے ہی وہ تمام بچے جو اپنا ذہنی توازن اس گیم کی وجہ سے کھو چکے تھے، وہ سب پھر سے صحت مند ہو گئے۔ کیمرون ڈروگ کی تفتیش ہو چکی تھی اور اس کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔ آج کالج کی اسمبلی میں انسپکٹر صاحب نے اظہارِ خیال کرنا تھا۔ ہم سب اسمبلی میں موجود تھے۔ انسپکٹر صاحب کو دعوت دی گئی، لہٰذا وہ سٹیج پر آئے۔

"آج میں صرف یہاں ایک پاکستانی کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں، جس نے اپنی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے اپنے ملک اور اس کے مستقبل کو بچایا ہے۔ فرحان میرے لیے، آپ کے لیے بلکہ پورے پاکستان کے لیے ایک ہیرو ہے۔ کیمرون ڈروگ جو ایک خاص منصوبے کے تحت یہاں کام کر رہا تھا، اس کا مقصد آپ سب کے اذہان کو آپ سے چھین کر بُرے کاموں کے لیے استعمال کرنا تھا۔ میں دل سے شکر گزار ہوں فرحان کا، جس نے ہمارا مستقبل بچا لیا ہے۔ آپ سب بھی عہد کریں کہ ملک کی حفاظت کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو استعمال میں لائیں گے اور دشمنوں کے ناپاک منصوبوں کو ہمیشہ ناکام بنائیں گے۔" انسپکٹر نے کھلے دل سے فرحان کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

فرحان آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا تھا۔

سیاہ بیگ

مہوش اشرف

دس سالہ علی اور اظہر ہم جماعت ہونے کے ساتھ ساتھ پڑوسی بھی تھے۔ اُن کی دوستی کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ یہ دونوں جگری دوست بلا کے ذہین وفطین، پڑھائی میں بھی باکمال تھے، نمایاں کام یابیوں میں سرفہرست ان دونوں کے ہی نام رہتے۔ اسکول کی لائبریری سے اکثر ہی جاسوسی کہانیوں کی کُتب لیا کرتے۔ اسکول سے واپسی پر نماز اور کھانے سے فراغت کے بعد جب سارے گھر والے سوجاتے تو یہ ننّھے جاسوس کبھی اگلی گلی میں رہائش پذیر زاہد انکل کے ہاتھ میں موجود کالے بریف کیس کو ڈسکس کرتے تو کبھی چھت پر موجود کبوتروں میں لگے ٹرانسمیٹر زیرِ بحث آتے۔ شام ہوتے ہی یہ ننّھے جاسوس کرکٹ شوق سے کھیلا کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے گھر کے نزدیک ہی کرکٹ گراؤنڈ کا رُخ کرتے تھے۔

دسمبر کا آغاز تھا۔ سردیوں کی آمد آمد تھی۔ سردیوں میں چوں کہ دن چھوٹے ہو جاتے ہیں اور راتیں لمبی، سو عصر کے بعد ہی علی اور اظہر نے کرکٹ گراؤنڈ کا رُخ کیا۔ اندر کا جاسوس چھلانگیں لگا رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح علی اور اظہر راستے بھر میں ہونے والی ہر ایک حرکت کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔

”یہ یٰسین انکل کے بیٹے نے کس طرح کے بال کٹوائے ہوئے ہیں، لگتا ہے حلیہ تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، پر کیوں؟“ علی نے گلی کا موڑ کاٹتے گراؤنڈ میں داخل ہوئے آہستگی سے کہا۔ ”لگتا تو مجھے بھی یہی ہے پتا کرنا پڑے گا، یہ دو دونوں سے محلے میں بھی نظر نہیں آیا۔“ اظہر نے جواب دیا اور الگ ہو کر چلنے لگا۔ کریز پر جا کر بلّا سنبھالا اور علی نے بال کروانے کے لیے پوزیشن سنبھالی۔

پہلی ہی بال پر اظہر نے ایک زوردار ہٹ لگائی اور بال گراؤنڈ کی دیوار کے اوپر سے ہوتی ہوئی دوسری جانب جھاڑیوں میں جا گری۔ طے تھا کہ جو گراؤنڈ کے باہر تک کی ہٹ لگائے گا، وہ بال بھی خود ہی لے کر آئے گا، کیوں کہ فیلڈر تو کوئی تھا ہی نہیں، سو مرتا کیا نہ کرتا، اظہر نے بال واپس لانے کے لیے دوڑ لگا دی۔ علی قریب ہی بنی منڈیر پر بلّا سنبھالے اظہر کا انتظار کرنے لگا۔

جھاڑیوں میں بال تلاش کرنے کے دوران اظہر کی نظر ایک سیاہ بیگ پر پڑی، وہ دیگر کچرے سے مختلف تھا۔ مٹی کے نشانات سے مبّرا وہ بیگ الگ ہی نظر آ رہا تھا۔

”یہ گراؤنڈ اور آبادی کے درمیان کچرے میں بھلا کون اپنا صاف ستھرا بیگ رکھے گا اور کیوں؟“ اظہر نے بیگ دیکھا تو سوچا اور گیند ہاتھ میں تھامے علی کی جانب سرپٹ دوڑ لگا دی۔

”ارے، آرام سے دوست! تم ہی باری مکمل کرو گے، پر آرام سے۔“ علی نے اظہر کو یوں دوڑ کر نزدیک آتے دیکھ کر کہا اور منڈیر سے نیچے اتر آیا۔ اتنے میں اظہر نے قدرے سنبھلتے ہوئے اپنی بے ترتیب سانسوں کو بحال کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا: ”علی! ووہ۔۔۔ وااااں۔۔۔ گراؤنڈ کی اُس دیوار کے ساتھ ایک سیاہ رنگ کا مشکوک بیگ رکھا ہوا ہے۔ شاید کسی اغوا کار نے تاوان کی رقم رکھوائی ہے یا کسی تخریب کار نے کسی تخریبی کارروائی کی نیت سے اُس میں بم رکھا ہے یا پھر کسی نے قتل کر کے لاش چھپائی ہے اُس بیگ میں۔“ اظہر نے کئی خدشات ایک ساتھ بیان کرتے تقریباً کانپتے علی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”اچھا! آؤ چل کر دیکھتے ہیں۔ کہاں ہے مجھے بھی دکھاؤ، پھر کچھ سوچتے ہیں۔ دونوں نے دوڑتے ہوئے میدان چند ہی لمحات میں عبور کر لیا۔“ کہتے تو تم ٹھیک ہی ہو، یہ بیگ لگتا تو بہت ہی مشکوک سا ہے، اردگرد کے کچرے سے الگ نیا سا معلوم ہوتا ہے، پر کون بھلا اسے یہاں یوں رکھ گیا، کل جب میں نے شارٹ مارا تھا تو یہاں ایسا کچھ بھی موجود نہیں تھا۔ علی نے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے کہا۔ اس بیگ میں ڈرگز بھی تو ہو سکتی ہیں۔ علی نے مزید خدشہ ظاہر کیا۔ ”جو بھی ہو، ہمیں فوری طور پر کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا، ممکن ہے ٹائم بم ہو اور ہم انوسٹیگیشن میں ہی وقت ضایع کر دیں۔“ اظہر کے اس خیال کے ساتھ ہی علی اور اظہر نے دوڑ کر ساتھ والے گھر میں رہائش پذیر انکل شیرازی کو اطلاع دینے کا فیصلہ کیا۔

انکل شیرازی اپنے گھر کے لاؤنج میں محلے کے چچا دل نواز کے ساتھ چائے پی رہے تھے۔

”چچا دل نواز، دوست انکل شیرازی سے زیادہ تو یہ سوالات کریں گے۔“ علی نے آہستہ سے اظہر سے کہا۔ ”بچوں کہاں سے بھاگے چلے آ رہے ہو؟“ بچوں کو حواس باختہ دیکھ چچا دل نواز نے سوال کیا۔ ”السلام علیکم!“

”وعلیکم السلام! انکل! وہ ہم کرکٹ کھیل رہے تھے، گراؤنڈ کی دوسری جانب۔۔۔“

”کوئی بھوت دیکھ لیا کیا؟“ چچا دل نواز نے علی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”نہیں چچا! بھوت نہیں۔ وہاں جھاڑیوں میں کچرے کے درمیان ایک مشکوک سا نیا سا سیاہ بیگ رکھا ہوا ہے۔ ہم انکل شیرازی کو بتانے آئے ہیں، محلے میں کوئی بھی اپنا نیا بیگ کیوں بھلا کچرے میں ڈالے گا۔“ اظہر نے تفصیل بتائی تو انکل شیرازی فوراً متحرک ہو گئے۔

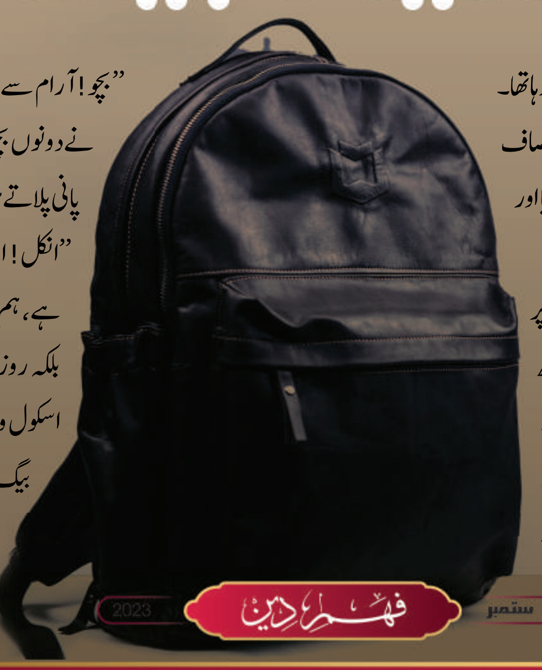

”بچو! آرام سے مجھے مکمل تفصیل سے آگاہ کیجیے۔“ انسپکٹر شیرازی نے دونوں بچوں کو آرام سے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور دونوں بچوں کو پانی پلاتے ہوئے کہا۔

”انکل! اسکول سے واپسی میں گراؤنڈ ہمارے راستے میں پڑتا ہے، ہم روز وہاں سے گزر کر نہ صرف اسکول جاتے ہیں، بلکہ روزانہ شام کو کرکٹ بھی کھیلتے ہیں۔ وہاں آج دوپہر اسکول واپسی تک کوئی بیگ نہیں تھا، پر ابھی وہاں ایک سیاہ بیگ موجود ہے، جو کہیں سے بھی کچرا معلوم نہیں ہوتا اور ایک دم صاف ستھری حالت میں بالکل نیا جیسا

قائدِ اعظم کی یادگاریں

حفصہ محمد فیصل

علی اور عامر جڑواں بھائی تھے۔ دونوں کی عادتیں اور شکلیں بھی بالکل ایک جیسی تھیں اور تو اور دونوں کا پسندیدہ مضمون بھی مطالعہ پاکستان تھا۔ وہ دونوں پاکستان کے متعلّق بہت ساری معلومات کا علم رکھتے تھے۔ پاکستان کا مکمل نقشہ دونوں نے فریم کروا کر رکھا تھا، جس میں وہ اکثر کئی علاقوں، شاہراہوں اور قصبوں کو ڈھونڈتے اور ان کے نام یاد کرتے۔

اسکول میں جب کبھی معلومات عامہ کا کوئز مقابلہ ہوتا تو ایک پوزیشن تو ان دونوں کے ہی حصے میں آتی تھی۔

اس بار اسکول میں پاکستان کے تاریخی ورثے کے متعلّق مضمون لکھنے کا مقابلہ منعقد کیا گیا۔ دونوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور کراچی شہر میں موجود قائدِ اعظم کے گھر کے متعلّق معلومات اکٹھی کیں۔

قائدِ اعظم کا گھر جہاں ہمارے قائد کی ولادت ہوئی، جسے "برتھ پلیس" بھی کہا جاتا ہے، اولڈ سٹی کے علاقے کھارادر میں واقع ہے، جہاں ہمارے پیارے قائد کی ولادت بھی ہوئی اور انھوں نے اپنا بچپن اور جوانی اسی گھر میں گزارا۔ اس گھر کو اب میوزیم کے طرز پر بنا دیا گیا ہے اور مخصوص دنوں میں اسے عوام کے لیے کھولا جاتا ہے۔ اکثر اسکول کے بچے گروپ کی صورت میں اس میوزیم کو دیکھنے جاتے ہیں اور بابائے قوم کے متعلّق جان کاری حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح مزارِ قائد کے پاس "فلیگ ہاؤس" کے نام سے بھی قائدِ اعظم کے زیرِ استعمال چیزوں پر مشتمل ایک میوزیم ہے اور مزارِ قائد کے احاطے میں بھی ایک میوزیم قائدِ اعظم اور دیگر عظیم شخصیات کی زیرِ استعمال چیزوں کا بنایا گیا ہے۔

ان تمام میوزیم کے بنانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے عظیم رہنما اور لیڈر کو خراجِ تحسین پیش کر سکیں اور ان کی طرزِ زندگی اور اندازِ زندگی سے سبق حاصل کر سکیں۔

اس کے علاوہ کوئٹہ کے پُر فضا مقام زیارت میں ایک خوب صورت اینکسی ہے۔ اسے "قائدِ اعظم ریزیڈنسی" کہا جاتا ہے، جہاں قائدِ اعظم نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے۔ انتھک محنت اور مسلسل جِدوجُہد نے بابائے قوم کو بہت زیادہ کمزور اور لاغر کر دیا تھا اور آخر 11 ستمبر 1948 کو قیامِ پاکستان کے فقط ایک سال بعد ہی ہمارے عظیم لیڈر اور رہنما خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

علی اور عامر کا یہ مضمون اسکول انتظامیہ کو بہت پسند آیا اور ان دونوں کو اسکول کی جانب سے انعام اور سند سے نوازا گیا۔

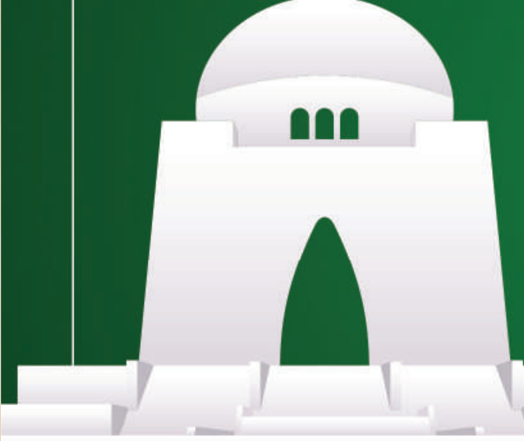

وہاں جھاڑیوں میں کچرے کے بیچوں بیچ رکھا ہوا ہے۔" علی اور اظہر نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

انسپیکٹر شیرازی نے بم ڈسپوزل سکواڈ کو کال ملائی اور ساتھ ہی بچوں کو تاکید کی کہ آپ دونوں فوراً اپنے گھر جائیں اور جب تک معاملہ حل نہیں ہوتا، گھر سے قدم باہر نہیں نکالیں گے۔ علی اور اظہر اپنے گھر کی جانب چل دیے، جو چند ہی قدم کے فاصلے پر تھا۔

"چچا دل نواز! آپ محلے کی مسجد سے اعلان کروا دیں کہ لوگ فوراً گراؤنڈ خالی کر دیں اور اپنے گھروں میں چلے جائیں اور اگلے اعلان تک قطعی باہر نہ نکلیں۔"

چچا دل نواز نے مسجد کی راہ لی۔ اعلان ہوتے ہی سب نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ انسپیکٹر شیرازی بم ڈسپوزل سکواڈ کے ساتھ گراؤنڈ کی دوسری جانب موجود کچرا کنڈی پہنچ گئے، جہاں مشکوک بیگ رکھا تھا۔ چیک کرنے پر معلوم ہوا ہے، ٹائم بم ہے۔ متحرّک اور تجربہ کار بم ڈسپوزل سکواڈ نے لمحے کے دسویں سیکنڈ میں ہی بم ڈفیوز کر دیا۔ مسجد سے ایک بار پھر اعلان ہوا۔

اب کی بار اعلان انسپکٹر شیرازی کر رہے تھے، خوشی کی کیفیت لہجے میں عیاں تھی، "الحمدللہ! علی اور اظہر کی ذہانت اور حاضر دماغی نے آج ہم سب کو بہت بڑے سانحے سے محفوظ رکھا ہے۔ ماشاء اللہ! ہم سب محفوظ ہیں، بم ڈفیوز کر دیا گیا ہے۔ اب آپ لوگ اپنے روزمرّہ کے کام بلاخوف سرانجام دے سکتے ہیں۔

تھوڑی دیر پہلے خوف کی کیفیت سے دوچار مکین خوشی کی کیفیت سے سرشار اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ علی اور اظہر کے ماتھے چومے جا رہے تھے، مٹھائی بانٹی جا رہی تھی۔ چچا دل نواز نے علی اور اظہر کو شاباشی دی، انسپکٹر شیرازی نے دونوں کو سینے سے لگا لیا۔

جاں باز صحابی رضی اللہ عنہ

بنتِ تاجور

قریش کے کھاتے پیتے لوگوں میں سے ایک شخص عثمان بن شرید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم مخزومی تھا، جو مکہ کے امیر ترین شخص ربیعہ بن عبدِ شمس کا داماد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا کیا تو اس نے اس کا نام اپنے ہی نام پر عثمان رکھا، لیکن اس بچے کو خالقِ حقیقی نے ایسے حسن و جمال سے نوازا کہ ایک واقعے کے بعد لوگ اس کو شماس (روئے تاباں) کہہ کر پکارنے لگے، یہاں تک کہ کسی کو اس کا اصلی نام یاد ہی نہ رہا۔ ایک مرتبہ زمانۂ جاہلیت میں ایک نہایت حسین و جمیل نصرانی جس کا چہرہ سورج کی طرح چمکتا تھا مکہ آیا، لوگ اس کے غیر معمولی حسن و جمال پر سخت حیران تھے۔ عتبہ بن ربیعہ (جو اس بچے یعنی ابنِ عثمان کا ماموں تھا) نے دعویٰ کیا کہ اس کے پاس اس سے زیادہ بہتر شماس رُخ تاباں (روشن چہرہ) موجود ہے اور مقابلہ میں ابنِ عثمان کو پیش کر دیا، چناں چہ اس دن سے آپ کا نام ہی شماس ہو گیا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی 19 برس کے ہوئے ہی تھے تو آپ ﷺ نے دعوتِ اسلام کا آغاز فرمایا۔ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حسین و جمیل شکل و صورت کے ساتھ حسنِ سیرت سے بھی نوازا تھا، جوں ہی انھیں دعوتِ حق ملی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلا جھجک کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ کی والدہ بہت نیک خاتون تھیں، وہ بھی فوراً ایمان لے آئیں۔ عتبہ و شیبہ بن ربیعہ نے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں تھے، اپنی بہن اور بھانجے کو دینِ اسلام قبول کرنے سے بہت روکا، مگر وہ دونوں حق پر ڈٹے رہے۔

مشرکینِ قریش کو مسلمانوں کا سکون سے بیٹھنا کسی طور گوارا نہ تھا۔ جوں جوں اسلام پھیلتا چلا جا رہا تھا، مشرکین کے غصے اور دشمنی کی آگ بھڑکتی جا رہی تھی۔ ان کے ظلم سے حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی محفوظ نہ رہ سکے اور جب کفّار کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو پیارے نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ بھی اپنی والدہ کو ساتھ لے کر ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔

مہاجرینِ حبشہ میں سے ایک جماعت تو حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالب کے ساتھ غزوۂ خیبر تک حبشہ ہی میں رہی، البتہ ابنِ اسحاق کی روایت کے مطابق چالیس کے لگ بھگ مسلمان مختلف اوقات میں پیارے نبی ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے بعد مکہ واپس آ گئے۔ ان واپس آنے والوں میں حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی والدہ بھی تھیں، لیکن مکہ میں ان کو واپس آئے ہوئے زیادہ مدّت نہیں گزری تھی کہ ہجرتِ مدینہ کا حکم ہو گیا۔ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب والدہ کے ہم راہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے، اس طرح ان کو ذوالہجرتین (دو ہجرتیں کرنے والے) کا شرف حاصل ہو گیا۔

حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منوّرہ میں حضرت مبشر بن عبد المنذر انصاری نے اپنا مہمان بنایا۔ ہجرت کے چند ماہ بعد جب سرورِ عالم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی عامر انصاری کا اسلامی بھائی بنایا۔

رمضان المبارک 2 ہجری میں غزوۂ بدر پیش آیا تو حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تین سو تیرہ سرفروشوں میں شامل تھے، جو کفر کی طاغوتی قوّت سے محض اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے بھروسے پر بِھڑ گئے۔ میدانِ جہاد میں وہ مشرکین کے خلاف اس جوش و جذبۂ ایمانی سے لڑے کہ جاں بازی کا حق ادا کر دیا۔

3 ہجری غزوۂ اُحد میں بھی بڑے جوش و جذبے کے ساتھ شریک ہوئے اور بہت بہادری سے لڑے۔ لڑائی کے دوسرے مرحلے میں جب مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا اور پیارے نبی ﷺ کے قریب صرف چند صحابہ رہ گئے تو ان چند جاں نثار صحابہ میں حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ کفّار بار بار آقا ﷺ پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے تھے اور آپ ﷺ کے جاں نثار ان بدمعاشوں کو تلوار کے زور سے پیچھے دھکیل دیتے تھے۔ اپنے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خطرے میں دیکھ کر حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن میں غضب کی پُھرتی اور قوّت آ گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پیارے نبی جی ﷺ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ڈھال بنے ہوئے کفّار پر تلوار سے وار کر رہے تھے، اس وقت وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے گانہ تھے، ان کے سر پر مشرکوں کو اپنے آقا ﷺ کے قریب آنے سے روکنے کی دُھن سوار تھی۔

حضور ﷺ جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے جاں باز شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواں مردی اور نہایت بے جگری سے کفّار سے مقابلہ کرتا ہوا پاتے۔ انھوں نے اپنے آپ کو پیارے نبی جی ﷺ کی ڈھال بنا لیا تھا۔ وہ کفّار کے ہر وار کو بڑھ کر اپنے بدن پر لے لیتے تھے، یہاں تک کہ زخموں سے چُور چُور ہو کر گر گئے۔ لڑائی ختم ہوئی تو شہیدوں اور زخمیوں کی تلاش شروع ہوئی۔ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں ملے کہ جسم کا کوئی حصّہ زخموں سے خالی نہ تھا، لیکن ابھی سانسیں چل رہی تھیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا کہ انھیں اٹھا کر مدینے لے جاؤ اور ان کا علاج کرو، چناں چہ وہ مدینے لائے گئے، لیکن حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت علاج معالجے و تیمار داری کی حد سے گزر چکی تھی، صرف ایک رات اور ایک دن زندہ رہے، اس دوران میں نہ کچھ کھایا نہ پیا، بلکہ جامِ شہادت نوش فرما کر اللہ سبحانہٗ کو پیارے ہو گئے۔

پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقامِ اُحد میں لے جا کر انہی خون آلود کپڑوں میں جن میں ان کی شہادت ہوئی تھی، دفن کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمرِ مبارک 34 برس تھی۔

ان جاں باز صحابیٔ رسول ﷺ سیدنا حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔

اس یومِ دفاع پر

ام محمد عبداللہ

1965 کی مختصر جنگ پاکستانی تاریخ میں ایک روشن باب ہے۔ قوم نے اچانک ہونے والے حملے کو اپنے عزم وہمت سے ناکام بناکر دشمن کو عبرت ناک شکست دی۔

سپاہیوں نے دلیری وبہادری کے نئے ریکارڈ قائم کیے، شاعروں نے لہو گرمادینے والا کلام لکھا، عام افراد کا حوصلہ آسمانوں کو چھونے لگا۔ خواتین اللہ پاک کے حضور مجسمِ دعا ہو گئیں۔ پوری قوم یک جان ویک قالب بن کر دشمن کے ناپاک عزائم کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

پاکستانی قوم کن عظیم الشان صفات کی حامل ہے، جنگ کی ان چند جھلکیوں سے اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔

ممتاز ادیب مختار مسعود نے اپنی کتاب لوحِ ایّام میں ایک دل چسپ واقعہ لکھا ہے۔

”مجھے 6 ستمبر 1965 کی دوپہر لاہور میں حکومت مغربی پاکستان کے محکمہ مالیات میں ہونے والا ایک اجلاس یاد آیا۔ ہندوستان کو کسی اعلانِ جنگ کے بغیر پاکستان پر حملہ کیے ہوئے چھ گھنٹے ہو چکے تھے۔ صوبائی حکومت کے پاس مقامی فوج، بارڈر پولیس، سول ڈیفنس، ریڈ کراس اور کئی دوسرے اداروں سے کچھ ایسے مطالبات زر آئے جو صوبائی دائرہ کار سے باہر تھے یا ان کے لیے کابینہ اور گورنر کی منظوری درکار تھی۔ گورنر سوا دوسو میل دور نتھیا گلی میں تھے۔ وزیرِ خزانہ 180 میل کے فاصلے پر راولپنڈی میں تھے۔ دشمن واہگہ پر کوئی بارہ تیرہ میل کے فاصلے پر تھا، جس کی افواج کا سربراہ شراب سرعام لاہور جیم خانہ کلب میں پینا چاہتا تھا۔

اندریں حالات ہمیں ضابطۂ کار کے بارے میں فیصلہ کرنے میں صرف پانچ منٹ لگے۔ اصولی طور پر یہ طے ہوگیا کہ فیصلہ کُن لمحہ کے وقت جو کوئی جہاں کہیں بھی ہے، وہی وہاں کے لیے سب کچھ ہے۔ سپاہی اگر محاذ پر تنہا ہے تو وہ اس لمحہ کے لیے سپہ سالار بھی ہے۔ سیکشن افسر اکیلا ہے تو وہی گورنر ہے۔ اس سے بڑا افسر تو وہ بذاتِ خود حکومتِ پاکستان ہے۔ اسی اصول کے تحت ہم نے گورنر مغربی پاکستان کے لاہور واپس آنے تک چند گھنٹوں میں 6 کروڑ روپیہ جنگ سے پیدا ہونے والی صورتِ حال پر خرچ کر دیا۔ رولز آف بزنس اور آئین کو بھلا دیا گیا۔ صرف آئینِ جنگ پر نظر رکھی۔

طریقِ کار یہ تھا کہ محکمانہ تجویز کے تحریری ڈرافٹ بنانے، درست کرنے، ٹائپ کرنے، دستخط کرانے، ڈائری پر چڑھانے اور محکمہ مالیات میں بھیجنے کے بجائے متعلّقہ محکمہ کے دو ذمہ دار افسر محکمہ مالیات میں آکر زبانی مدّعا بیان کرتے۔ تجویز پر باہم غور ہوتا۔ دوسطری فیصلہ پر سب دستخط کرتے اور وہیں بیٹھے ہوئے جناب سبزواری اکاؤنٹنٹ جنرل مغربی پاکستان ایک چیک بنا کر محکمہ سے آنے والے افسروں کے حوالے کر دیتے۔ پختہ مورچوں کے لیے سیمنٹ اور سریا اور عارضی مورچوں کے لیے ریت کی بوریاں اور کدال خریدنے کی زبانی تجویز موصول ہونے اور چیک جاری کرنے میں کل 15 منٹ لگے تھے۔ وہ جنگ بھی کیا جنگ تھی۔ ہر فرد ایک فوج تھا، ہر ذرّہ خاک ایک مورچہ تھا، بی آر بی کی نہر کا ہر قطرہ ایک سمندر تھا۔ (بحوالہ: لوحِ ایام، مختار مسعود)

1965 کی ولولہ انگیز جنگ میں زخمی فوجیوں کے علاج پر معمور بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) نصرت جہاں سلیم نے آئی ایس پی آر کے شمارے میں لکھا ہے کہ جنگ کے دوسرے روز ایک لمبا تڑنگا فوجی اسٹریچر پر لایا گیا جو اپنی نحیف آواز میں بڑبڑا رہا تھا کہ اس نے ماں سے سینے پر گولی کھانے کا وعدہ کیا تھا، لیکن خود ڈاکٹر یہ جاننے سے قاصر تھے کہ اسے گولی کہاں لگی ہے۔ اس کی سانس اُکھڑ رہی تھی اور بلڈ پریشر گرتا جا رہا تھا۔ جب ٹانگ کا زخم کھولا گیا تو وہاں سے گولی کا ایک سوراخ جلد کو چیرتا ہوا پیٹ کی جانب جاتا معلوم ہوا، پھر یکایک معلوم ہوا کہ گولی اس کی خواہش کے مطابق عین اس کے سینے پر لگی ہے۔ اس تصدیق کے بعد اس فوجی نے آخری سانس لیا اور شہید ہو گیا۔

نصرت جہاں کے مطابق جب خون کے عطیات کی اپیل کی گئی تو ایک شہر اُمڈ آیا اور سب کی خواہش تھی کہ فوجیوں کو اسی کا خون لگایا جائے۔ خون کی اشد ضرورت تھی، کیوں کہ گہرے زخم اہم رگوں کو مجروح کر رہے تھے اور زخمیوں کی لگاتار آمد سے اسپتال کا پورا فرش لہو کی سرخ چادر میں چُھپ گیا تھا۔ ان کے مطابق زخموں سے چور ہو کر شہید ہونے والے اکثر فوجی آخری دَم تک پر سکون رہے۔ وہ اللہ سے مدد مانگتے اور پاکستان کی سلامتی کے لیے دعا کرتے تھے۔

1965 کی جنگی تاریخ ان جیسے کئی واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت پاکستانی قوم متّحد تھی۔ جذبہ حب الوطنی عروج پر تھا، مقصد (دفاع وطن) واضح اور نگاہوں کے سامنے تھا۔ قوم اپنے محبوب قائدِاعظم کے دیے سبق ایمان، اتحاد اور تنظیم کے عین مطابق عمل پیرا تھی اور وہ اپنی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرنے میں چوکس تھی۔

6 ستمبر 1965 کی مانند بزدل، مکّار اور عیار دشمن رات کے اندھیرے میں ایک بار پھر جنگ چھیڑے بیٹھا ہے، اس مرتبہ ہدف جغرافیائی نہیں نظریاتی سرحدیں ہیں۔

نظریاتی سرحدیں مار گرائی جائیں تو جغرافیائی سرحدوں پر قابو پانا کچھ مشکل نہیں رہتا۔

اس وقت ہمیں من حیث القوم 1965 والی روح اپنے اندر جگانے کی اشد ضرورت ہے۔ بصورتِ دیگر اللہ نہ کرے کہ ہماری نظریاتی سرحدیں دشمن فتح کرلے اور جغرافیائی سرحدیں بے معنی ہو کر رہ جائیں۔

اس تناظر میں یاد رکھیں! پاکستان صرف ایک مملکت نہیں، ایک نظریاتی مملکت ہے۔ دو قومی نظریہ اس مملکت کی بنیاد ہے۔

اس نظریے کے مطابق ہندوستان کا متّحدہ قومیت کا نظریہ مسترد کیا گیا اور قطعیت کے ساتھ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو دو الگ اور کامل قومیں قرار دیا گیا۔ انڈین نیشنل ازم پر یقین رکھنے والوں کے لیے دو قومی نظریہ صورِ اسرافیل بن کر گونجا، جبکہ ہماری شاہ راہِ آزادی پر دو قومی نظریہ وہ پہلا سنگ میل ہے، جسے مشعلِ راہ بنا کر مسلمانانِ ہند بالآخر 1947 میں پاکستان کے قیام میں کام یاب ہوئے۔

قیامِ پاکستان کا حصول خطّۂ ارضی کے حصول کے لیے نہیں تھا، بلکہ یہ اسی علیحدہ تشخّص کو دنیائے عالم کے سامنے لانے کی جدو جہد تھی۔

آج اگر ہم اس نظریاتی مملکت میں اسلامی معاشرت، معیشت، سیاست تعلیم و تعلّم کے بجائے اقوامِ عالم کے ملغوبہ نظام کے پیچھے ہی چلے جاتے ہیں تو پھر ہم اپنی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت میں ناکام ہیں۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس دو قومی نظریے کو سمجھیں اور اس کے دفاع اور نفاذ کے لیے ایسے ہی ڈٹ جائیں جیسے 1965 میں اپنی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ڈٹ گئے تھے۔

بیت السلام موبائل ایپ
Available on the App Store
GET IT ON Google Play
قبلہ ڈائرکشن
ان فلائٹ نماز ٹائمنگ
آن لائن ڈونیشن
زکوۃ کیلکولیٹر
لائیو اور ریکارڈ بیانات
روزمرہ کی دعائیں
قرآن کریم
نماز ٹائمنگ
BAITUSSALAM

بچوں کے فن پارے

حوریہ فاطمہ 8 سال سٹی ایل کارمل سکول بارسلونا

محمد بن عدیل 11 سال حیدر آباد

بنت عابد محمود بہاول پور

محمد انس - 8½ سال - شاہین ہوم سکول - اوکاڑہ

ہادیہ علیم ... 10 سال.... قاضی گرائمر گرلز سکول لاہور

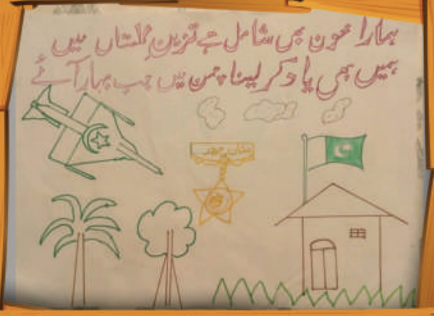

سدیم صفی طارق 11 سال اقراء ماڈل پبلک اسکول اسلام آباد

تاشفین حماد 6 سال تربیلا

حمدہ طارق 10 سال لاہور

ہر ماہ ایک فن پارے پر300 روپے انعام دیا جاتا ہے گزشتہ ماہ اوکاڑہ سے محمد انس کا فن پارہ انعامی قرار پایا ہے، انہیں 300 روپے مبارک ہوں (ادارہ)

ماہنامہ فہمِ دین ستمبر 2023ء کے سوالات

سوال 1: احمد کے ذہنی توازن کھو جانے کی وجہ کیا تھی؟

سوال 2: زرنش ۱۴ اگست کو اسکول کے لیے کیا تحائف لائی تھی؟

سوال 3: پلاٹینم کا دوسرا نام کیا ہے؟

سوال 4: کائنات کا سب سے پہلا گناہ کیا ہے؟

سوال 5: شریعت کے معنی کیا ہیں؟

پیارے بچو!!!

ستمبر کا مہینہ ہو اور یومِ دفاع چھ ستمبر اور پاک بھارت 1965 کی جنگ کا ذکر نہ ہو، یہ کیسے ممکن ہے؟

6 ستمبر کی جنگ ہم پر مسلّط کی گئی تھی۔ بھارت کا خیال تھا کہ پاکستان کے پاس ہم جیسا اسلحہ ہے نہ ہماری طرح بھاری بھر کم بڑی فوج، لہٰذا ہم پاکستان کو فتح کر لیں گے۔ بھارت اس وقت بھی ایک بڑی طاقت تھا اور اس غرور میں تھا کہ وہ پاکستان کو ختم کر سکتا ہے۔

وہ اس دعوی کے ساتھ پاکستان پر حملہ آور ہوا کہ اگلی صبح کا ناشتا پاکستان میں فاتح کی حیثیت سے کرے گا۔ لہٰذا بھارت نے پاکستان پر تین اطراف سے حملہ کر دیا، لیکن جلد ہی ان کا یہ خواب چکنا چور ہو گیا۔ افواج پاکستان نے بھارتی جارحیت کا دندان شکن جواب دیا اور ثابت کر دیا کہ پاکستان ان شاء اللہ ہمیشہ قائم رہنے کے لیے بنا ہے۔

پیارے بچو!!

یومِ دفاع کے موقع پر آئیں! ہم سب مل کر عزم کریں کہ ہم مل کر اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک کی ان شاء اللہ اپنی جان سے بڑھ کر حفاظت کریں گے۔

اگست 2023ء کے سوالات کے جوابات

جواب 1: رب کی فرماں برداری اور تابعداری میں شک و شبہ نہ ہونا

جواب 2: تورات

جواب 3: مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

جواب 4: حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا

جواب 5: حضرت آدم علیہ السلام نے

اگست 2023ء کے سوالات کا درست جواب دینے پر لاہور سے زینب کرامت کو شاباش انہیں 300 روپے مبارک ہوں

سنیے!!!!

نوٹ: یہ سوالات اگست کے فہم دین سے لیے گئے ہیں، ان کا جواب بھیجنے کی آخری تاریخ 20 ستمبر ہے۔
جوابات کے لیے وٹس ایپ نمبر نوٹ کر لیں
03351135011

مجھے بھی آپ نے بیٹی کہا ہوتا تو کیا ہوتا

ساجدہ بتول

یہ حسرت ہے زماں ان کا ملا ہوتا تو کیا ہوتا
مجھے محبوب کا سایہ عطا ہوتا تو کیا ہوتا

وہ مکّے کا مکاں جس میں مرے آقا مکیں ٹھہرے
مرا کچا سا گھر اس سے ملا ہوتا تو کیا ہوتا

ستاتا تھا انھیں بو جہل تو نہ چھوڑتی اس کو
وہ کھا کے میرا گھونسہ جو گرا ہوتا تو کیا ہوتا

میں بی بی فاطمہ کے گھر سبق پڑھنے گئی ہوتی
انہی کا گھر مرا مکتب رہا ہوتا تو کیا ہوتا

جو تھک جاتیں میں اپنے ہاتھ چکی پیس کر دیتی
مجھے خدمت کا یہ موقع ملا ہوتا تو کیا ہوتا

مرے محبوب کی ساری ہی باتیں ہیں پسند مجھ کو
انہی سے سن انھیں میں نے لکھا ہوتا تو کیا ہوتا

مجھے قرآن لکھنے کی سعادت تب ملی ہوتی
پھر اس کو آپ نے مجھ سے سنا ہوتا تو کیا ہوتا

جو خطبہ آخری حج کا دیا میں ساتھ ہی ہوتی
قریب اپنے ہی تب مجھ کو رکھا ہوتا تو کیا ہوتا

گئے جب آپ طائف میں، میں پیچھے ہی گئی ہوتی
کہ بن کے ڈھال ہر پتھر سہا ہوتا تو کیا ہوتا

میں خالد کی قیادت میں شجاعت سے لڑی ہوتی
مرا بھی کاش ایسا ناخدا ہوتا تو کیا ہوتا

میں جنگوں میں نبی جی کے ہی دستے میں چلی ہوتی
مرے ہاتھوں کوئی کافر مرا ہوتا تو کیا ہوتا

جو مال و زر نچھاور کر رہے تھے سارے ہی پیارے
تو کچھ میں نے بھی خدمت میں دیا ہوتا تو کیا ہوتا

مرے سر پر بھی آقا کاش اپنا ہاتھ رکھ دیتے
مجھے بھی کاش ان کا آسرا ہوتا تو کیا ہوتا

مرے مولا، مرے مدنی، مرے رہبر، مرے سرور!
مجھے بھی آپ نے بیٹی کہا ہوتا تو کیا ہوتا

ثمامہ کی طرح مجھ سے قبول حق کا فرماتے
مجھے بھی باندھ رسی سے دیا ہوتا تو کیا ہوتا

بتول اک بار تو جھاڑو نبی کے گھر میں دے دیتی
یہ خدمت آپ کا گر مدعا ہوتا تو کیا ہوتا

سکون و چین کا محور میرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

جوہر عباد

میرے تو محسن و سرور میرے محمد ﷺ ہیں
امام، ہادی و رہبر میرے محمد ﷺ ہیں

حسین ایسے کہ حسنِ یوسف بھی ماند پڑے
وہ مالکِ رُخِ انور میرے محمد ﷺ ہیں

پسینہ مہکے تو سارے گلاب شرمائیں
گلوں سے زیادہ معطر میرے محمد ﷺ ہیں

کہاں سے شمس و قمر تابِ مصطفی ﷺ لائیں
سراپا نور و منوّر میرے محمد ﷺ ہیں

قرآن رحمۃ للعالمین جس کو کہے
وہ رحمتوں کا سمندر میرے محمد ﷺ ہیں

وہ جن پہ بھیجے درود و سلام حق تعالیٰ
نبی وہ اللہ اکبر میرے محمد ﷺ ہیں

فدا ہوں میں بھی میرے والدین بھی ان پر
تمام رشتوں سے بڑھ کر میرے محمد ﷺ ہیں

پکاریں دشمنانِ دین بھی امیں صادق
وہ بہترین پیغمبر میرے محمد ﷺ ہیں

بنایا ان کو ہی محبوب و رسولِ آخر
خدا کے لاڈلے دلبر میرے محمد ﷺ ہیں

تمام نبیوں رسولوں کے وہ امام بنے
شبِ معراج کے داور میرے محمد ﷺ ہیں

ملے سکون دلِ مضمحل و مضطر کو
سکون و چین کا محور میرے محمد ﷺ ہیں

ہر امتی کا آسرا ہیں وہ ہی روزِ حشر
خوشا کہ شافع محشر میرے محمد ﷺ ہیں

جو اپنے دستِ مبارک سے دیں گے جامِ حیات
وہی تو ساقی کوثر میرے محمد ﷺ ہیں

عظیم و اعلیٰ و عزتِ مآب و عالی شان
خدا کے بعد اے جوہرؔ میرے محمد ﷺ ہیں

گلدستہ

ترتیب و پیشکش: شیخ ابو بکر، عبدالرحمن چترالی

حمدِ باری تعالیٰ

صد شکر کہ یوں وردِ زباں حمدِ خدا ہے
وہ سب سے بڑا سب بڑا سب سے بڑا ہے
اس کا کوئی ثانی، نہ مشابہ، نہ مقابل
وہ سب سے جدا سب سے جدا سب سے جدا ہے
کافر ہو کہ مسلم، کوئی مشرک ہو کہ مومن
وہ سب کا خدا سب کا خدا سب کا خدا ہے
وہ خالقِ کونین بھی، رزّاقِ جہاں بھی
وہ ربِ علی، ربِ علی، ربِ علی ہے
یہ رنگ یہ خوشبو یہ بہاریں یہ فضائیں
سب اس کی عطا، اس کی عطا، اس کی عطا ہے
معراجِ عبادات بھی معراجِ سخن بھی
صرف اس کی ثنا، اس کی ثنا، اس کی ثنا ہے
اقبال لیے جاؤ سدا نام خدا کا
جو دل کی جلا، غم کی دوا، دکھ کی شفا ہے

پروفیسر اقبال عظیم

ایک آشیانے کے لیے

مشہور صحابی حضرت عمرو بن عاصؓ نے مصر کو فتح کرنے کے لیے وہاں کے ایک قلعے کے سامنے ایک بڑا خیمہ نصب کیا تھا، پیش قدمی کا ارادہ فرمایا تو اس خیمے کو اکھاڑ کر ساتھ لے جانا چاہا، لیکن جب اکھاڑنے کے لیے آگے بڑھے تو دیکھا کہ خیمے کے اوپر کی جانب ایک کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں اور ان پر بیٹھی ہے، خیمہ اکھاڑنے سے یہ انڈے ضایع ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ اس کبوتری نے ہمارے خیمہ میں پناہ لی ہے، اس لیے اس خیمے کو اس وقت تک باقی رکھو جب تک یہ بچے پیدا ہو کر اڑنے کے قابل نہ ہو جائیں، چناں چہ خیمہ باقی رکھا گیا۔

کتابوں کی درسگاہ میں، ابن الحسن عباسی، ص: 93

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

میرے احساس کے دریا میں روانی تجھ سے
اے گلِ جاں میرے ہونے کی نشانی تجھ سے
موسمِ گل بھی ترا فصلِ خزاں بھی تیری
میری آواز کے صحراؤں میں پانی تجھ سے
تجھ سے ہی میری تمناؤں نے وسعت پائی
آنکھ کے رنگ سماعت کے معنی تجھ سے
تجھ سے آنکھوں نے لیا رنگ پرکھنے کا ہنر
لفظ کی جادوگری نطق نے جانی تجھ سے
تو جو چاہے تو سمندر کو کنارہ کر دے
خاک کے بخت میں پیدا ہو گرانی تجھ سے

امجد اسلام امجد

دانا، نادانوں کی اصلاح کرتا ہے، عالم بے علم کی اور حکیم بیماروں کی۔ وہ حکیم علاج کیا کرے گا، جس کو مریض سے محبت ہی نہ ہو۔ اسی طرح وہ مصلح جو گنہگاروں سے نفرت کرتا ہے، ان کی اصلاح کیا کرے گا۔ ہر صفت اپنی مخالف صنف پر اثر کرنا چاہتی ہے، لیکن نفرت سے نہیں، محبت سے۔۔۔۔

(کرن کرن سورج، واصف علی واصف، ص: 15)

عورت اور منصبِ افتاء

فقہ کی کتاب "بدائع الصنائع" کی وجہ تصنیف یہ ہوئی کہ ایک بہت بڑے محادث کی لڑکی بڑی عالم اور محدّث تھی اور اس کے ساتھ ساتھ حسین اور خوب صورت تھی۔ بہت بڑے بڑے علما کا پیغام نکاح کے لیے آئے اور ایسے ہی سلاطین وغیرہ نے بھی پیغام بھیجے، مگر تمام سے اس لڑکی کا علم زیادہ تھا۔ اس لیے پیغام قبول نہیں ہوتا تھا، اس لڑکی نے یہ شرط مقرر کی کہ تمام علما فقہ میں کتابیں تصنیف کریں، جس کی کتاب مجھے پسند ہو گی، میں اس سے نکاح کر لوں گی، اس پر ہزاروں کتابوں کی تصنیف ہوئی تو اسے "بدائع الصنائع" پسند آئی اور اسی سے اس نے نکاح کیا۔ آج کل اگر ہماری بہنیں کمال اور مہارت حاصل نہ کر سکیں تو کم از کم حقوق کی ادائیگی کا علم تو حاصل کر لیں کہ خاوند کے یہ حقوق ہے اور بچوں کے یہ حقوق ہیں۔

(خطباتِ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد ادریس، ج: 4، ص: 209)

چشم خطا پوش

ایک شخص نے فضیل بن ربیع کے نام کا جعلی خط تحریر کیا، جس میں اپنے لیے ایک ہزار دینار کا حکم جاری کر کے دستخط کئے گئے تھے۔ وہ شخص خط لے کر فضل بن ربیع کے خزانچی کے پاس پہنچا، اس نے خط پڑھ ڈالا، مگر اسے کوئی شبہ نہ گزرا، وہ ایک ہزار دینار اس کے سپرد کرنے ہی لگا تھا کہ اس دوران فضل بن ربیع کسی کام سے خود وہاں آپہنچا۔ خزانچی نے اس شخص کا تذکرہ اس کے سامنے کیا اور خط بھی دکھادیا۔ فضل بن ربیع نے خط دیکھنے کے بعد ایک نظر اس شخص کے چہرے پر ڈالی تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ فضل بن ربیع سر جھکا کر کچھ دیر سوچنے کے بعد خزانچی سے مخاطب ہوا۔ ''تمہیں معلوم ہے، میں اس وقت تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟'' خزانچی نے نفی میں گردن ہلادی۔ فضل بن ربیع نے کہا۔ ''میں تمہیں صرف یہ تاکید کرنے آیا ہوں کہ اس شخص کو رقم فوراً ادا کر کے اس کی ضرورت پوری کرو۔'' خزانچی نے فوراً ہزار دینار تھیلی میں ڈال کر اس شخص کے سپرد کر دیے، وہ شخص ہکا بکا رہ گیا۔ گھبراہٹ کے عالم میں کبھی تو وہ فضل بن ربیع کے چہرے کو دیکھتا اور کبھی خزانچی کو۔ فضل بن ربیع قریب ہو کر اس سے مخاطب ہوا ''گھبراؤ نہیں اور راضی خوشی گھر کا رُخ کرو۔'' اس شخص نے فرطِ جذبات سے فضل بن ربیع کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور کہا: ''آپ نے میری پردہ پوشی کی اور رسوا نہ کیا، روزِ قیامت اللہ آپ کی پردہ پوشی فرمائے اور رسوائی سے بچائے۔'' یہ کہہ کر اس نے دینار لیے اور نکل آیا۔

(کرن کرن سورج، واصف علی واصف، ص: 15)

اشعار

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

مرزا غالبؔ

اس کی یاد آئی ہے سانسو ذرا آہستہ چلو
دھڑکنوں سے بھی عبادت میں خلل پڑتا ہے

راحت اندوریؔ

وہ افسانہ جسے انجام تک لانا نہ ہو ممکن
اسے اک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا

ساحر لدھیانوی

زندگی! تو نے مجھے قبر سے کم دی ہے زمیں
پاؤں پھیلاؤں تو دیوار میں سر لگتا ہے

بشیر بدر

جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا
کسی چراغ کا اپنا مکاں نہیں ہوتا

وسیم بریلوی

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو یہ جوانی پھر کہاں

خواجہ میر درد

گھر سے مسجد ہے بہت دور چلو یوں کر لیں
کسی روتے ہوئے بچے کو ہنسایا جائے

ندا فاضلی

ڈھونڈ اُجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں

احمد فراز

پان کی شان

ایک جنگل زاد خورد بیل کے پتے کو اللہ تعالیٰ نے کیسی مقبولیت اور توقیر عطا کی ہے کہ جو رنگ روپ والے پھولوں اور خوش ذائقہ پھلوں تک کو حاصل نہیں۔ پان کے اس حقیر پتے کو یہ اعلیٰ رُتبہ کب سے حاصل ہے؟ اس کی کوئی مستند تاریخ ہے نہ کوئی ایسا قولِ راسخ۔۔۔ البتہ معتبر حوالوں سے اتنا ضرور جانتے ہیں کہ اس برگِ سبز و سادہ کو تحفۂ درویش کہا گیا ہے، غالباً اس کی سادگی اور ہریالی اس کا سبب بنی اور اس کو شاہی درباروں میں رسائی نصیب ہوئی، جہاں پہنچ کر اسے شہزادیوں کے لب لعلین بنانے کا موقع ہاتھ آیا۔ کہا جاتا ہے کہ پان کو اس مقام معلّیٰ پر پہنچانے میں ملکۂ نور جہاں کے جدّتِ ذوق کو دخل ہے، جس نے مسالے میں چونا شامل کر کے پان کو واقعی گُل رنگ بنا دیا۔

برائے نام، محمد ذاکر علی خان، ص: 143

ابتدائی الجبرا

یہ بھی ایک قسم کا حساب ہے، چوں کہ طالبِ علم اس سے گھبراتے ہیں اور یہ جبراً پڑھایا جاتا ہے۔ اس لیے الجبرا کہلاتا ہے۔

حساب اعداد کا کھیل ہے، الجبرا حرفوں کا۔ ان میں سے سب سے مشہور حرف ''لا'' ہے، جسے لا لکھتے ہیں۔ اس کے کچھ معنی نہیں بلکہ یہ ایسا ہے۔۔۔ کہ کسی اور لفظ کے ساتھ لگ جائے تو اس کے معنی بھی سلب کر لیتا ہے، جس طرح لامکاں، لادوا، لاولد وغیرہ۔ بعض مستثنیات بھی ہیں۔ مثلاً: لاہور، لاڑکانہ، لالٹین اور لالوکھیت وغیرہ آزمائے کو آزمانا جہل کہتے ہیں، لیکن الجبرا میں آزمائے کو ہی آزماتے ہیں۔ اچھے خاصے پڑھے لکھوں کو نئے سرے سے اب ج تک سکھاتے ہیں، بلکہ ان کے مربّعے بھی نکلواتے ہیں۔

الجبرا کا ہماری طالبِ علمی کے زمانے میں کوئی خاص مصرف نہ تھا، اس سے صرف اسکولوں کے طلبہ کو فیل کرنے کا کام لیا جاتا تھا، لیکن آج کل یہ عملی زندگی میں خاصا استعمال ہوتا ہے۔ دکاندار اور گداگر اس قاعدے کو زیادہ استعمال کرتے ہیں۔

پیسہ لاؤ اور لاؤ اور لا۔۔۔ بعض رشتوں میں الجبرا یعنی جبر کا شائبہ ہوتا ہے، جیسے مدر ان لا، فادر ان لا وغیرہ مارشل لا کو بھی الجبرے ہی کا ایک قاعدہ سمجھنا چاہیے۔

(اردو کی آخری کتاب، ابن انشاء، ص: 81)

اخبار السلام

بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگناسٹک سینٹر

واجبی فیس کے ساتھ ماہر ڈاکٹروں سے علاج کی سہولت

رپورٹ: نبیل احمد

چائلڈ کلینک

ڈاکٹر ملاحت صہیب
ماہر امراض اطفال
MBBS (Dow) FCPS (CPSP)
ہر مہینے کا دوسرا اور چوتھا ہفتہ
2:30pm
3:30pm

زچہ، بچہ کلینک

ڈاکٹر بشریٰ ذوالفقار
ماہر امراض نسواں
Associate Professor Gynae & Obs
Fellow in Minimal Access Surgery (Laproscopy)
Specialist in Assisted Reproductive Technology (Infertility)
MBBS (DOW), MCPS, FCPS, FMAS
ہر مہینے کا پہلا اور تیسرا جمعہ
12:00pm
1:00pm

ہڈی وجوڑ کلینک

ڈاکٹر کاشف انور
کنسلٹنٹ آرتھوپیڈک سرجن
MBBS (Karachi) FCPS (CPSP)
ہر بدھ
2:00pm
3:30pm

سینہ اور جنرل کلینک

ڈاکٹر معیز صلاح الدین
ماہر امراض سینہ اور جنرل فزیشن
MBBS (AKUH) ABIM (Medicine, Pulmonary, Critical Care)
ہر مہینے کا پہلا اور تیسرا ہفتہ
2:00pm
3:30pm

امراضِ مثانہ وگردہ کلینک

ڈاکٹر محمد راشد
کنسلٹنٹ امراضِ مثانہ وگردہ
MRCPS (glasgow), FCPS (Urology)
Fellowship in Paediatric Urology (Egypt)
ہر بدھ
6:00pm
7:00pm

جنرل کلینک

خواتین اور بچوں کا کلینک
روزانہ
اتوار چھٹی
9:00am
12:00pm

یاد رہے بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی جانب سے کم آمدنی والے ضرورت مند شہریوں کے لیے کراچی میں لیبارٹری اور ڈائیگنوسٹک سینٹر کام کررہا ہے، جہاں زکوۃ کے مستحق شہریوں کو مفت لیبارٹری ٹیسٹ کی سہولت حاصل ہے۔ بیت السلام لیبارٹری اینڈ ڈائیگنوسٹک سینٹر میں تشخیصی ٹیسٹ اعلیٰ تعلیم یافتہ پیتھالوجسٹ، ریڈیولوجسٹ اور سینولوجسٹ کی نگرانی میں ہوتے ہیں جب کہ OPD اور کنسلٹنٹ کلینک میں ماہر اور کوالیفائیڈ ڈاکٹر مریضوں کا معائنہ کرتے ہیں۔

lab@baitussalam.org — +92 21 35392634 — +92 334 2982988

شوروم نمبر 01، گراؤنڈ فلور، رائل ٹاورز، مین کورنگی روڈ، نزد قیوم آباد چورنگی، کراچی۔ PSO پمپ سے متصل

کنسلٹیشن/ رجسٹریشن فیس صرف 100 روپے

اپوائنٹمنٹ کے لئے 03342982988

عالمی ادارہ

بیت السلام

ویلفیئر ٹرسٹ

زکوۃ ایک فریضہ

صرف قابلِ اعتماد ہاتھوں سے

BAITUSSALAM

تعلیم

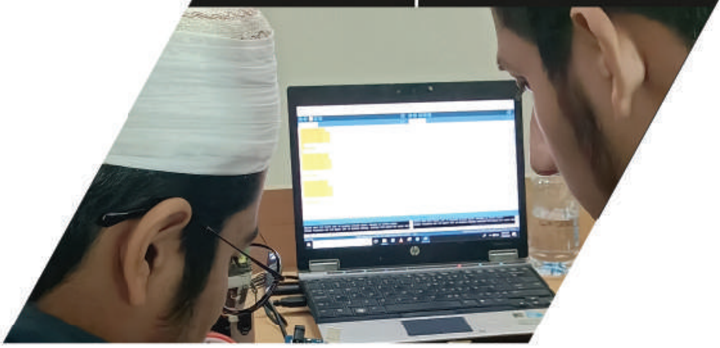

صحت

خدمت

ہو فرض بھی ادا

Perfect
FRESHENER
ROOM FRESHENER
Life
DRY 300 mL℮
ENJOY
LIFE
TO THE
FULLEST!
رهو خوشبوؤں میں
Perfect
FRESHENER